بفیضِ روحانی: حضور امینِ شریعت شبیہ مفتی اعظم ہند حضرت علامۃ الشاہ مفتی محمد سبطین رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان

مجاہدینِ بدر کی مناسبت سے تین سو تیرہ (۳۱۳) اشعار پر مشتمل

منظوم

سوانحِ امینِ شریعت

فکر و قلم

خلیفۂ امینِ شریعت و خلیفۂ تاج الشریعہ

محمد اشرف رضا قادری

مدیرِ اعلیٰ سہ ماہی امینِ شریعت

امینِ شریعت دار المطالعہ

بلودا بازار چھتیس گڑھ

نام کتاب : منظوم سوانح امین شریعت

مصنف : محمد اشرف رضا قادری

سال اشاعت : بموقع عرسِ صد سالہ امام احمد رضا و تیسرا عرسِ امین شریعت

تعداد بار اوّل : 1100

قیمت : -/150 روپئے

مطبع : MDI Graphics, Darya Ganj, New Delhi

ناشر : امین شریعت دارالمطالعہ، بلودا بازار چھتیس گڑھ

Manzoom Sawaneh Ameen-e-Sharee'at
by Mohammad Ashraf Raza Qadri
Edition: 2018 Rs: 150/-

ملنے کے پتے:

تحریک امین شریعت رائے پور، چھتیس گڑھ۔ موبائل: 9837817726

ڈالفن بک ڈپو، رائے پور، چھتیس گڑھ۔ موبائل: 9827175631

انتساب

اس عظیم ذات کی بارگاہ میں نذر گدایانہ جو آسمان علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب تھے، جنھوں نے رحلت سے ایک دن پہلے اپنے جانے کی خبر دے دی۔ جن کے لبہائے مبارک بعد وصال جنبش کرتے رہے گویا یوں معلوم ہو رہا تھا کہ ذکر خدا و رسول میں مصروف ہیں، جو اپنے تقویٰ وطہارت، عشق ووجدان کی لطافت، اتباع سنت، دین پر استقامت، ۴۰ رسال تک جامع مسجد کانکیر شریف میں امامت کے سبب اہل سنت کے عوام وخواص کے مرجع عقیدت تھے، یعنی نبیرۂ اعلیٰ حضرت واستاذ زمن، شبیہ مفتیٔ اعظم ہند، جگر گوشۂ علامہ حسنین رضا خاں حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد سبطین رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان جنھیں دنیا ''امین شریعت'' اور ''حکیم الاسلام'' کے نام سے یاد کرتی ہے۔

دل کی باتیں

محمد اشرف رضا قادری

مدیر اعلیٰ سہ ماہی امین شریعت، بریلی شریف

تحدیث نعمت کے طور پر عرض گذار ہوں کہ

کسی فنکار کے ہاتھوں سے تراشا گیا ہوں
ورنہ پتھر کہیں یاقوت نظر آتا ہے

خدائے عزوجل کا شکرو احسان اور فضل عظیم ہے کہ اس نے مجھ بے بساط کے ہاتھوں کو بھی قلم پکڑنے کا شعور عطا کیا اور بحیثیت مربی و شیخ ایسی ذات مقدسہ کی نسبت سے سرفراز کیا جن کی عظمت و شوکت کا پرچم کئی دہائیوں سے عوام و خواص کی فصیل دل پہ گڑا ہوا ہے جو بفضلہٖ تعالی میرے روحانی باپ بھی ہیں اور شیخ و مربی بھی۔ جن کی حیات بخش تربیت نے میرے ہوش و خرد کو نیا جذبہ نئی امنگ اور نیا عزم و حوصلہ بخشا۔ زندگی کی دُشوار ترین اور مہیب گھاٹیوں سے بے خوف و خطر گذر جانے کا عزم جواں اور ہمت مردانہ بخش کر گویا ہر مرحلۂ زیست کو آسان سے آسان تر بنا دیا۔ ان کی شخصیت ہی مقناطیسی تھی۔ ان سے جو منسلک ہوا وہ ذرہ ہو کر بھی آفتابی کشش کا پیکر نظر آیا۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ ان کی تعریف و توصیف کروں۔ ان کی حیات و خدمات کے کچھ گوشے تراش کر اس میں عقیدت کا رنگ بھروں۔ ان کے ملی درد کو صفحائے

قرطاس پہ اتار کر اہل محبت کو ان کی خدمات سے روشناس کراؤں مگر اس کام کے لئے بھی وافر علم چاہیے۔ استعداد چاہیے۔ قابلیت اور صلاحیت چاہیے۔ اس معاملے میں ''من آنم کہ من دانم'' کا مقولہ بھی یہاں میرے لئے بالکل فٹ ہو رہا ہے۔ کہ ان کی سیرت نگاری تو آسان نہیں ہے۔ وہ بھی نظمی پیرائے میں۔ نہ میرے پاس لفظوں کا ذخیرہ ہے نہ جملوں کی بندش کا سلیقہ۔ نہ بلند خیالی ہے اور نہ ہی فکر میں شاہین کی پرواز نہ لفظیاتی صدف ہے نہ استعاراتی گہر مگر ان کی نوازشات کے پر بہار موسم کی آب و ہوا لگتے ہی مزاج تخیل میں از خود تبدیلی محسوس کرتا ہوں۔ جب ان کا سراپا تصور میں ابھرتا ہے تو دل کی دنیا میں انقلاب کی آمد کی سی کیفیت ہونے لگتی ہے۔ رہوار فکر خود بخود جانب منزل پا بہ رکاب نظر آتا ہے۔ سوچ وفکر کا زاویہ بدلتا ہے۔ قلم پکڑتے ہوئے نظم ہو کہ نثر فیضان مرشد جاری ہو جاتا ہے۔ سوچ سے کہیں زیادہ نوازش ہونے لگتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دشواریاں آسانیوں میں تبدیل ہونے لگتی ہیں۔ اس طرح واردات قلبی کی ضرب کاری کا اثر کاغذ پہ بھی رنگ بکھیرتا نظر آتا ہے، ارادت و غلامی کی لذتیں شادکامی کا لبادہ اوڑھ کر تسکین قلب کا سامان فراہم کرتی ہیں۔ عشق کا شعلہ بھڑک بھڑک کر اپنی زبان حال سے کہتا ہے کہ اے قلم! حوصلے کے ساتھ آگے بڑھ! رہنمائی کے لئے روحانیت شیخ کافی ہے۔ خدمت گذاری کے لمحات کو رشحات قلم میں سمیٹنے کی کوشش کر۔ کامیابی ضرور ملے گی۔ خود کو تنہا مت سمجھ! تیرے سر پر رضا اور خانوادۂ رضا کی کرم نوازی کی ردا تنی ہوئی ہے۔ اس لئے آگے بڑھتا جا!!!

اسی جذبۂ شوق نے مجھے نظم نگاری کی وادئ پُر خار میں قدم رکھنے کا حوصلہ عطا کیا۔ یعنی قلم میرا، عنایت مرشد کی۔ کاغذ میرا فیضان مرشد کا۔ روشنائی میری، رنگ مرشد کا ، فکر میری تجلی مرشد کی، چراغ میرا روشنی مرشد کی۔ ہاتھ میرا، دست گیری مرشد کی۔

میرا وجدان کہتا ہے کہ روحانیت شیخ میرے وجود میں تحلیل ہو کر یہ کام انجام دیتی

رہی اور نام میرا ہوتا رہا۔ یہ کرم نہیں تو اور کیا ہے کہ ان کی بارگاہ عالی جاہ میں میرا ادبی ذوق رفتہ رفتہ جوان ہوتا رہا۔ طائرِ شوق مائل بہ پرواز رہا۔ آرزوؤں کی کلیوں کا بانکپن ہر روز ایک نئ خواہش کی تتلیوں کو جنم دیتا رہا اس رنگ برنگے خواہشات کی تتلیوں میں ایک خواہش کی یہ تتلی بھی گلستان تمنا میں ادھر ادھر پھدک رہی تھی اور بزبان کیف کہہ رہی تھی کہ ''منظوم سوانح امین شریعت'' کی شکل میں ایک خوبصورت و دلکش، دیدہ زیب وروح پرور، عشق وعقیدت کا تاج محل تعمیر کیا جائے اور حق نمک خواری ادا کیا جائے۔ دوسری جانب احباب کا پیہم اصرار بھی تھا کہ نثر کے ساتھ نظم میں بھی اپنے مرشد گرامی کی خدمات عالیہ کو یکجا کرنے کی تاریخی کوشش کی جائے۔ الحمد للہ روحانیت شیخ در شیخ و شیخ الشیوخ بالخصوص امیر المومنین فی الحدیث امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی رضوی قدس سرہ العزیز کے کرم وعطا سے یہ مرحلہ بھی تمام ہوا۔

''منظوم سوانح امین شریعت'' کی شکل میں یہ کاوش فکری اہل محبت کے پیش خدمت ہے۔ اس راہ دشوار میں کس قدر سلامتی سے مجھے گذرنا نصیب ہوا ہے یہ تو ناقدین ادب یا صاحبان نظر بتائیں گے۔ میری یہ کاوش میزان فن پہ مکمل کھری نہ اترے پھر بھی مجھے کوئی غم نہیں کیونکہ یہ سعادت بھی تو کم نہیں کہ جتنے دنوں میں یہ مجموعہ تیار ہوا، میں مرشد گرامی کی یادوں کے ہجوم میں رہا اور یادوں کی اس محفل میں رہنا بھی میں عبادت ہی تصور کرتا ہوں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تین سو تیرہ اشعار کا گلدستہ لے کر مرشد کی بارگاہ میں کھڑا ہوں، خواہش ہے کہ مرشدا سے قبولیت کا شرف بخش دیں۔

فقیر مشکور وممنون ہے ان تمام اکابرین ومصاحبین اہل علم وادب اور ارباب شعرو سخن کا جنہوں نے اپنی قیمتی آرا، پر مغز خیالات، حوصلہ بخش تاثرات، پُر ضیا تحریرات اور پُرتنویر ودل پذیر و پُرتاثیر دعائیہ کلمات سے نوازا۔ اللہ عز وجل ان

ممدوحین کا سایہ ہمارے سروں پر دراز فرمائے اور ان کی معاونت سے تادم حیات ہمیں سرفراز فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

منظوم تائثر

حضرت علامہ و مولانا سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی

بارہ بنکوی، نوری مسجد مسقط عمان

حضرتِ سبطین ملت پر یہ اشرفؔ کا کلام
جلوۂ خوش رنگ ہے، اور اک پیام خوش مَرام

ترجمانی، ایسی اعلیٰ ذات کی آساں نہ تھی
پر اُنہی کا فیض، مشکل راہ میں آیا ہے کام

گفتگو عاشق کی ہے یہ، جذبۂ صادق کے ساتھ
لفظ مصری کی ڈلی، اور شعر ہیں الفت کے جام

طائرِ شعر و سخن کو رفعتیں ملتی رہیں
فکر کو حاصل، ترقی در ترقی ہو مُدام

آپ کی سیرت نگاری کو پذیرائی ملے
راہِ فن میں دن بدن پائے ہُنر ہوں تیز گام

پائیں سب اہلِ سنن، سبطینِ ملت کے فیوض
تا ابد روشن رہے وہ پیکر مہتاب فام

یا خدا بڑھتا رہے سلمان ملت کا کمال
سیرت و کردار میں حضرت کے ہیں وہ عکسِ تام

نظم پڑھ کر، نکلی یہ قلب فریدیؔ سے دعا
یا الٰہی اِس کو حاصل ہو قبولِ خاص و عام

حضرت مولانا توفیق احسن برکاتی صاحب

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

نبیرۂ استاذ زمن امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا قادری نوری علیہ الرحمہ اپنے معاصر واقران میں کئی امتیازی حیثیتوں کے مالک تھے، نسبی شرافت، علم وفضل، سادگی، بے ریائی، جذبۂ دروں، تفکر وتدبر، فقہی تبحر، علمی رسوخ، شعری وفنی جودت، عشق رسول، محبت سادات، عقیدت اولیا، زبان و بیان کی قوت، اور خدمت دین و اشاعت علم دین حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ کے شخصیتی آسمان کے ماہ ونجوم ہیں، خاندان امام احمد رضا میں ایک سے ایک لعل وجوہر پیدا ہوئے اور اپنی پاکیزہ چکا چوند سے دنیاے علم وآگہی کو روشن کیا، دلوں میں محبت رسول کا چراغ جلایا اور اہل علم و اصحاب تصوف کو روشن خطوط عطا کیے تاکہ دنیا ان سے مستفید ہوکر اپنی زندگی کا قبلہ درست رکھ سکے اور صراط مستقیم پر گامزن رہے۔

علامہ سبطین رضا قادری نوری علیہ الرحمہ نے اس میدان میں اپنے مرشد ومربی مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ کا نقش پا قبول کیا، راہ سلوک ہو، للّٰہیت واخلاص ہو، خدمت دین متین کے لیے سنگلاخ زمینوں کا انتخاب ہو، یا عوام وخواص سے مشفقانہ وبرادرانہ برتاؤ ہو، حیات امین شریعت میں مفتی اعظم ہند جلوہ گر نظر آتے ہیں اور خوب نظر آتے ہیں۔ نام ونمود سے لاتعلق، اپنے کام میں منہمک، اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھنے والی یہ بلند قامت شخصیت اجنبی ماحول میں اپنائیت کا دیپ جلاتی ہے

تو ایک عالم اس کی زلفوں کا اسیر ہو جاتا ہے اور اسے اپنا مربی مان لیتا ہے۔قبلہ امین شریعت اپنی ذات میں ایک ماہر،نفسیات آشنا استاذ و مربی، ایک باکمال و صاحب ارشاد مرشد طریقت، ایک بے ریا انسان، ایک ممتاز منتظم، ایک خوش فکر شاعر و فن کار، ایک اچھے خدمت گار نظر آتے ہیں، ان کی کتاب زندگی کا ہر ورق انتہائی شفاف نظر آتا ہے۔شاعر کی زبان میں یوں کہیں :-

اب ان کو دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں

ہیں

نبیرۂ استاذ زمن نے ایک بھری پڑی زندگی جی ہے، دین کے کاموں سے جکڑی ہوئی زندگی، ایک انتہائی متحرک و فعال زندگی، ''زمین کے اوپر کام اور زمین کے نیچے آرام'' کی عملی تصویر، فتویٰ نویسی کی، مضامین تحریر کیے، کتابیں تصنیف کیں، شخصیت کی تعمیر کی، انسانیت کی خدمت کی، مدارس قائم کیے، مسجدیں بنوائیں، افراد تیار کیے، اور جب شاعری کی تو دل کے ہوش گم کر دیے، عشق و ادب کے معطر ماحول میں بیٹھ کر سنت حسان و بوصیری کو تابندہ فرمایا، یہاں دل لگتی باتیں ہیں، تصنع نہیں، آپ بیتی ہے، غم جاناں ہے، آمد ہی آمد ہے، درد فرقت کا بیان ہے، شعور و آگہی کی روشن لکیریں ہیں، فکر و تدبر کی ضوفشانی ہے، مصطفی کی یادیں ہیں، ان کے پیاروں کی باتیں ہیں، مسلک امام اعظم اور مسلک رضا کے ترانے ہیں، عشق کا سرگم ہے، ادب کا ساز ہے، معرفت کا سوز ہے، شریعت کی دلکشی ہے، شعریت کا رعب ہے، فن ہے، فن کاری ہے، جو ان سے ملا وہ خوش قسمت ہے جو ان کی زیارت سے محروم رہا اسے احساس محرومیت آج بھی ستا رہا ہے، وہ مرد قلندر تھا، شان بھی قلندرانہ، رہن سہن درویشانہ، مگر علمی و فکری رعب و جلال اچھے اچھوں کو جھکنے پر مجبور کر دے، اسے امین شریعت کہتے ہیں، یہ محض ایک دعویٰ نہیں، وہ اسم با مسمی تھے، چھتیس گڑھ، کانکیر اور

مدھیہ بھارت کے جس اجنبی زمین پر آپ نے عشق و آگہی اور دین شناسی کی کھیتیاں اگائی ہیں وہ بہت لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔

محب گرامی مرتبت حضرت مولانا محمد اشرف رضا قادری چیف ایڈیٹر سہ ماہی امین شریعت نے اسی بلند اقبال صاحب کمال ذات کے مختلف امتیازات کو شعری پیکر عطا کیا ہے، غزوۂ بدر کے شرکا کی تعداد کی مناسبت سے تین سو تیرہ اشعار میں اپنے مرشد و مربی کے کمالات و فضائل کی عنوان بندی بڑی مہارت اور ادب آمیز لہجے میں کی ہے۔ ایک ایک شعر عقیدت و حقیقت کی ملی جلی کیفیات کا مرقع نظر آتا ہے، مولانا محمد اشرف رضا قادری نے اپنے مرشد گرامی کے شب و روز دیکھے ہیں، ان کے اخلاق و کردار کو ملاحظہ کیا ہے، ان کے خرمن علم و فضل سے خوشہ چینی کی ہے، ان کے مشفقانہ و مربیانہ برتاؤ سے حظ اٹھایا ہے، یہ اشعار آنکھوں دیکھی حقیقتوں کو اجالتے ہیں، کچھ ایسے رموز سے پردہ اٹھاتے ہیں جو عام نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں، ان اشعار میں خاکہ نگاری کی تمام تر خوبی موجود ہے، فرقت کا درد ہے، جدائی کا غم ہے، آہیں ہیں، کراہیں ہیں، بے تابیاں ہیں، خوش کمالیاں ہیں، مسلک رضا کی شفافیت ہے، ادب کی شوخی ہے۔ مجھے امید ہے کی مثنوی کی ہیئت میں لکھی گئی یہ سوانحی نظم شوق و ذوق سے پڑھی جائے گی اور شاعر کا ممدوح تا دیر عقیدتوں کا مرکز بن کر مشتاقان دید کو آسودگی فراہم کرتا رہے گا--

حضرت مولانا مفتی مقصود عالم فرحتؔ ضیائی صاحب قبلہ

شاعری انسان کے جذبات دروں کی ترجمان اور آئینہ دار ہوتی ہے۔قلبی کیفیات و واردات کومنتخب شدہ الفاظ کی لڑی میں پروتے ہوئے مزید تراش وخراش کے بعد موزون وبحور کے حدودستہ میں عروس بہار بنا کر داخل کیا جاتا ہے اور جہان ادب کونور بار بنا دیا جاتا ہے۔جو اپنے فہم وادراک اورتخیلات کوشہباز عرش پرواز بنا لیتا ہےاورادب کے مقتضیات ومبادیات اسرارورموز اوراصول وضوابط کے برتنے کا شعوروآ گہی پالیتا ہےاسے شاعرکہا جاتا ہے۔اس وقت ہمارے سامنے حضورامین شریعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات پاکیزہ خصائل حمیدہ سوانح رفیعہ خاندان عظیمہ اور شہرمحمودہ پہ رقم شدہ کلام منظوم اپنی تمام تر ادبی رعنائیوں فنی دلکشیوں لسانیاتی خوبیوں اسلوبی ملاحتوں جمالیاتی دلفریبوں تراکیبی دلآویزیوں مفہومیاتی اثرآفرینیوں اورسلاست وروانی کی طغیانیوں کودامن حیات میں سمیٹے جلوہ بار ہے۔اس کلام منظوم کے آغوش محبت میں تسمیہ وتحمید باری،نعت رسول ہاشمی،منقبت منفردہ اورسوانحی خاکہ کے جواہر پارے موجود ہیں جس کے باعث منظوم اوج ثریا کی بلندیوں سے پرے ہےاورروح پرورکیف کا دعوت نظارہ پیش کررہا ہے۔

محب گرامی وقارحضرت علامہ اشرف رضا قادری زیدت معالیہ کے متعلق کیا کہنا جہاں قدم رنجہ فرماتے ہیں وہ صحراؤ بیابان ہوتو اسے ادب کا گلستان بنادیتے ہیں صحافت کی دنیامیں ان کی قابلیت کا سکہ رائج ہے۔لوح وقلم ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

اپنے پیرومرشد میر کاروان اہلسنت سالار اعظم ارباب شریعت سلطان اہلیان طریقت غواص بحر معرفت وحقیقت ہم شبیہ مفتیٔ اعظم اسلام، حضور امین شریعت حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ سبطین رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے عشق میں درجۂ فنائیت پر گامزن ہیں ۔ بلکہ سچ پوچھئے تو حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کی ایک کرامت ہیں ۔ بریلی شریف ان کی جان و روح ہے وہاں کے گل تو گل ہیں انہیں وہاں کے کانٹوں سے بھی پیار ہے ۔

شیخ اکبر، فخر ازہر، غسال کعبہ فقیہ اعظم قاضیٔ القضاۃ فی الہند جانشین مفتیٔ اعظم اسلام شیخ الاسلام والمسلمین حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے انہیں والہانہ و عاشقانہ قلبی لگاؤ ہے ۔ ان کی عظمت و رفعت پر جان و دل سے قربان ہیں اسلئے انہیں بالخصوص شہزادۂ حضور امین شریعت حضرت علامہ مولانا مفتی سلمان رضا خان بریلوی دامت برکاتہم العالیہ جانشین حضور امین شریعت، داماد حضور تاج الشریعہ قاضیٔ چھتیس گڑھ کی خصوصی حمایت وسرپرستی حاصل ہے انہیں اکابرین کے فیوض وبرکات کا ثمرہ ہے کہ ''منظوم سوانح حضور امین شریعت'' منظرنامے پر ضوبار ہونے کیلئے پرتول رہا ہے رب کریم بطفیل نبیٔ رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید قلمی توانائیاں عطا فرما کر اپنی چادر رضا سے بہرہ مند فرمادے ۔ محب گرامی وقار کی ایجاد شدہ اس منظوم سوانح حضور امین شریعت کو مقبول ہر خاص و عام بنادے ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا ڈاکٹر شفیق اجمل قادری صاحب

مہتمم، جامعہ تاج الشریعہ، بنارس

جو قوم اپنے بڑوں کے کارناموں سے واقف رہتی ہے بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کے لیے انہیں محفوظ رکھتی ہے، اس قوم کے لیے ترقی کی راہیں خود بخود ہموار ہو جاتی ہیں۔ ایسی ہی ماضی کی یادگار، حال کا ادراک اور مستقبل کے اشاروں کا حسین مرقع ''منظوم سوانح امین شریعت'' ہمارے سامنے ہے۔ امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز کا شمار ماضی قریب کی ان مایہ ناز ہستیوں میں ہوتا تھا جو اپنے اسلاف کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور روحانی ورثے کے محافظ و امین تھے۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت عامل سنیت، متبع شریعت، پیکر اخلاق و کردار، آفتاب رشد و ہدایت، اخلاص و وفا کی روشن تفسیر اور عشق رسول سے آراستہ و مزین تھی۔

''منظوم سوانح امین شریعت'' فن سوانح نگاری سے تعلق رکھتی ہے۔ چونکہ یہ کتاب منظوم ہے۔ اس لیے اسے منظوم سوانح نگاری کا نام دیا جا سکتا ہے۔ فاضل گرامی مولانا اشرف رضا قادری، مدیر سہ ماہی امین شریعت نے اصحاب بدر کی مناسبت سے ۳۱۳ / اشعار پر مشتمل اس سوانح کو منظوم کیا ہے، جس کا ایک ایک شعر عشق و عقیدت میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ سوانح نگاری کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس میں ایسے افراد کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے، جن کی شخصیت کو ماننے والوں نے تاریخ کے دامن میں محفوظ کر دیا ہے۔

اردو ادب میں منظوم سوانح کم ہی لکھی گئی ہے کیونکہ کسی کی پوری زندگی کو منظوم قلم بند کرنا ایک مشکل امر ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ شاعر کی نگاہ اپنے ممدوح کے اوصاف سے بخوبی واقف ہے۔ دراصل مولانا اشرف رضا قادری نے حضور امین شریعت کے لیل ونہار دیکھے ہیں، ان کے شب و روز کا مشاہدہ کیا ہے، اس لیے وہ اس مشکل راستے کو بڑی آسانی سے طے کر لیتے ہیں۔ سوانح نگاری کی خصوصیت میں جو چیزیں شامل کی گئی ہیں، وہ اس طرح ہیں۔ شخصیت کا انتخاب، شخصیت کا ارتقا، واقعات کا انتخاب، ترتیب، نتائج اور اسلوب۔ یہ ساری باتیں ہمیں اس سوانح میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مولانا اشرف رضا قادری نے اس سوانح میں ادبیت اور حسن ترتیب پر خصوصی توجہ دی ہے۔ الفاظ، تراکیب، بندش پر بھی انہیں کمال حاصل ہے۔ اظہار خیال کی خوبی اور ان کی خوش اسلوبی نے سوانح کو مزید دلچسپ بنا دیا ہے۔

اردو شاعری کے ہر دور میں مناقب لکھے گئے ہیں۔ منقبت نگاری ایک ایسی صنف شاعری ہے، جو اپنے موضوع کی طرح لازوال ہے۔ یہ منظوم سوانح بھی منقبت نگاری کا ہی ایک حصہ ہے۔ منقبت نگاری کی ہیئتیں بدلتی رہی ہیں۔ کسی شاعر نے اظہار عقیدت کو قصیدے کا رنگ دیا تو کسی نے قطعہ کا، کسی نے اپنے جذبات کو غزل کے آئینے میں ڈھالا تو کسی نے رباعی کے روپ میں، کسی نے مثنوی کی شکل میں انداز بیان اپنایا تو کسی نے مخمس اور مسدس کا، غرض منقبت نگاری مختلف روپ اختیار کرتی رہی، لیکن اس نے اپنے وجود کو برقرار رکھا۔ آج کے دور میں نظم آزاد اور نثری نظم میں بھی مناقب لکھے گئے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر صنف شاعری میں منقبت نگاری ہوتی رہی ہے۔ مولانا اشرف رضا قادری نے اپنے ممدوح کی سوانح میں مثنوی کی ہیئت کا استعمال کیا۔ ادبی اصطلاح میں مثنوی ایسی شعری اصناف کو کہتے ہیں، جس

میں ہر دو شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم وزن ہو اور ہر شعر کا قافیہ پچھلے شعر کے قافیہ سے مختلف ہو۔ حفیظ جالندھری نے بھی ''شاہنامہ اسلام'' کو مثنوی کی ہیئت میں لکھا ہے۔ اردو کی مذہبی شاعری میں مثنوی کی ہیئت کا استعمال ہوتا رہا ہے۔ عشق و عقیدت سے لبریز چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اس میں کوئی شک نہیں اک قائد بیباک تھے
صاحب ہوش و خرد اور صاحب ادراک تھے

علم و حکمت کی فضا میں پرورش ان کی ہوئی
مہرباں ان پر رہا ہر لمحہ فضل ایزدی

خاندانی جاہ و حشمت تھی وراثت میں ملی
تھی طبیعت سے نمایاں انکساری، سادگی

مشعل راہ ہدایت آپ کی ہستی ہوئی
چار سو آباد علم و فضل کی بستی ہوئی

مجلس علم و ادب میں ان کا اونچا ہے مقام
ساری دنیا کر رہی ہے آج ان کا احترام

حرف دل قرطاس پر تحریر تو ہونا ہی تھا
خواب کو شرمندۂ تعبیر تو ہونا ہی تھا

مولانا اشرف رضا قادری بڑی کامیابی سے اپنے ممدوح کے اوصاف کا ذکر اس طرح کرتے ہیں اور ان کی عظمت کو اس انداز سے اجاگر کرتے ہیں کہ قاری ان کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔مولانا اشرف رضا قادری بڑے فنکارانہ انداز میں حضور امین شریعت کی محبت کا نقش ہمارے سینوں میں ثبت کرتے جاتے ہیں۔مولانا اشرف رضا قادری کو حضور امین شریعت کی منظوم سوانح پیش کرنے کے لیے میں دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل ان کی اس کاوش کو مستجاب و مقبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

حضرت مولانا مفتی عیسیٰ رضوی صاحب

الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم
گرسہائے گنج قنوج (یوپی)

بریلی شریف کی سرزمین اس لحاظ سے انتہائی مبارک ومسعود ہے کہ اسے مرکز اہل سنت ہونے کا شرف واعزاز حاصل ہے۔اور یہ کہ اس کی کوکھ سے علم وفضل کے ایسے درخشندہ آفتاب وماہتاب پیدا ہوئے جو اہل سنت وجماعت کے لیے متاع عزت اور سرمایۂ افتخار ہیں۔ان پر اہل سنت کو فخر وناز ہے خصوصا عالم اسلام میں جس کی وجہ سے بریلی شریف کو پہچانا گیا وہ شیخ الاسلام والمسلمین مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی ذات عالیہ ہے۔دنیائے اہل سنت میں آج اعلیٰ حضرت کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے ان کے شخصی تعارف اور ان کے علمی کارناموں سے متعلق ایک ہزار سے زائد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ان کی علمی جلالت وسطوت دنیا پر آشکارا وعیاں ہے۔ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے انہوں نے تجدید دین وسنت کا جو خوشگوار فریضہ انجام دیا اس سے علمی دنیا پر ان کا علمی رعب ودبدبہ آج بھی اسی طرح موجود وقائم ہے جو ان کی زندگی میں تھا۔ان کی تصنیفات وفتاوے اور علمی تحقیقات سے زمانہ واقف وآگاہ ہے۔یہ وہ حقائق وسچائیاں ہیں جن کے ردوانکار کی کسی کے اندر مجال وگنجائش نہیں ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو وصال فرما کر ایک صدی گزر گئی مگر ان کے علمی باقیات اور تحقیقی ذخائر سے استفادے کا جو رجحان و

نظریہ اور منظر نامہ ہے اس سے اندازہ و احساس ہوتا ہے کہ وہ ہماری دینی ضرورت اور ہمارے دینی مقتداء و پیشوا ہیں ان کا متروکہ علمی خزانہ ہمارے لیے وقت کا پیغام اور لائحۂ عمل ہے۔ ماضی ہو یا حال و مستقبل ہر عہد اور ہر دور کے دینی تقاضوں کے لیے ہم ان کی تحریر و تصنیف کی طرف رجوع کر سکتے ہیں کیوں کہ انہوں نے مراسم اسلامیہ کو استدلال کی قوت و زبان عطا فرمائی، معمولات اہل سنت کو واضح و آشکارا کیا اور اہل سنت کو ان پر عمل کرنے کی ترغیب دی۔ وہ علم کے بحر بیکراں ہیں ان کی تصانیف و تالیفات میں علم و تحقیق کی عظیم و رنگین کائنات آباد ہے ان کی ہر تصنیف میں خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی علم و فن کا سمندر موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ علماء و محققین ان کی اس خوبی سے بخوبی واقف و آشنا ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے بذات خود تجدید دین اور احیائے سنت کا ایسا بے مثل فریضہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یادگار اور زندۂ جاوید رہے گا۔ اس سلسلہ کی بقاو ترقی کے لیے انہوں نے دو چیزیں چھوڑیں۔

(۱) ایک اولاد و امجاد اور شاگرد و تلامذہ

(۲) تصانیف و تالیفات اور علمی تحقیقات و نوادرات

اعلیٰ حضرت کی اولاد اور تلامذہ میں جو لوگ صاحب علم و فن ہوئے انہوں نے ان کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے دین و سنت کی ترویج و اشاعت فرمائی اور دین و شریعت پر ہونے والے بے جا حملوں کا مسکت و دنداں شکن جواب دیا مسلک حق کے فروغ و ترقی میں عملی استقامت کے ساتھ تن من دھن کی قربانیاں پیش کیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے تصنیفات و تالیفات کی شکل میں جو علمی اثاثہ چھوڑا اس سے ہمارے دینی و ملی مسائل حل ہوئے اور اس سے ہمیں ارشاد و ہدایت کا سامان ملا اور ملتا رہے گا۔ کیوں کہ ایک مجدد جو دینی کارنامے انجام دیتا ہے

ان کا اثر ونفوذ اپنی آب وتاب کے ساتھ مدتوں باقی رہتا ہے ان کی ہمہ گیریت سے دلوں کی کائنات فتح ہوتی اور انفس وآفاق میں اجالا پھیلتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے خاندان، اولاد وامجاد اور شاگردو تلامذہ میں بڑے بڑے علم وفضل والے اور باکمال شخصیات پیدا ہوئیں ان کے تذکرۂ جمیل سے قلوب واذہان اور دفتر کے دفتر مہک رہے ہیں۔ فی الوقت مجھے اشارہ کرنا ہے اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی حضرت علامہ حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی طرف اور علامہ حسن رضا بریلوی کے بیٹے حضرت علامہ حسنین رضا کی طرف اور خاص طور سے مقصود نگارش بنانا ہے حضرت علامہ حسنین رضا کے خلف اکبر ہم شبیہ حضور مفتیٔ اعظم ہند امین شریعت حضرت علامہ الشاہ سبطین رضا علیہ الرحمہ کی ذات عالیہ کو۔

شاعر فطرت حضرت علامہ حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے برادر اوسط ہیں جو اپنی ذات میں بڑے باکمال گوناگوں خصوصیات کے حامل اور اوصاف حمیدہ کے مالک ہیں۔ غزل گوئی میں انہوں نے داغ دہلوی کی شاگردی اختیار کی اور اپنے معاصرین میں فائق و برتر ہوئے ان کا غزلیہ دیوان ''ثمر فصاحت'' کے نام سے شائع ہوکر شعرا سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔ ان کی طبیعت میں شاعری اور غزل گوئی میں ان کو ملکہ راسخ حاصل تھا۔ ایک دن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ان کو نعت گوئی کے چند اصول بتادیے اور فرمایا کہ غزل گوئی اچھی چیز نہیں اس میں اپنے قیمتی وقت کو برباد وضائع کرنا عقل کے خلاف ہے آپ اپنے عنان سخن کو نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف موڑیے اور نعت کے اشعار لکھا کیجیے میں ان کی اصلاح کردیا کروں گا۔ ان کی طبیعت چونکہ اخاذ تھی طبیعت پر دینی رجحان غالب تھا اس لیے بہت ہی قلیل وکم مدت میں نعت وقصائد لکھنے لگے اور نعت گو شعرا میں ایک ممتاز ونمایاں مقام حاصل کیا شاعری کی دنیا

میں ایک مشہور و باکمال شاعر کی حیثیت سے ان کی معرفت و شہرت ہوئی۔ان کا نعتیہ دیوان ''ذوق نعت'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔نعت پڑھنے اور لکھنے والوں کے لیے وہ ایک سنگ میل اور نعمت عظمی ہے۔

حضرت علامہ حسن رضا بریلوی کے شہزادۂ گرامی حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ علم و فضل، طہارت و تقویٰ، زہد و پرہیز گاری، عبادت و ریاضت، ایثار و قربانی، خلوص و للّٰہیت، خوف و خشیت الٰہی، مروت و حسن اخلاق میں بے مثل اور یکتائے روزگار تھے، ان کے اندر خدمت دین کا جذبہ بھی بے پایاں اور بکثرت تھا۔ علمی کام سے انہیں عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اعلیٰ حضرت کی اکثر تصانیف کو زیور طباعت سے آراستہ و مزین کیا اور ان کی اشاعت فرمائی۔اگر وہ اس کام کے لیے اقدام و پہل نہ کرتے تو شاید ہم تصانیف اعلیٰ حضرت کی کما حقہ تعداد کی زیارت و دیدار سے بھی محروم رہ جاتے۔تصانیف اعلیٰ حضرت کی جو کثیر تعداد آج موجود و دستیاب ہے وہ انہیں کی رہین منت اور انہیں کی بے لوث محنت و جانفشانی کا خوب صورت نتیجہ ہے۔

ہم شبیہ حضور مفتئ اعظم ہند امین شریعت حضرت علامہ مفتی الشاہ سبطین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ جو حضرت علامہ حسنین رضا کے خلف اکبر اور حضرت علامہ حسن رضا بریلوی کے پوتے ہیں وہ بھی اپنے وجود میں ایک اہم شخصیت اور علم و فضل کے مالک ہیں سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ ان کے دامن میں نسبتوں کی جو بہاریں ہیں وہ یہ جاننے کے لیے کافی ہیں کہ اہل سنت و جماعت میں ان کا مقام بہت بلند اور ان کا علمی پایہ عظیم و عالی ہے۔حضرت امین شریعت کی شخصیت اس حیثیت سے ممتاز و نمایاں دکھائی دیتی ہے کہ وہ خاندان اعلیٰ حضرت کے ایسے فرد فرید ہیں جنہوں نے زندگی بھر دینی خدمات کا خوش گوار و بے مثل فریضہ انجام دیا اور مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ و

استحکام بخشا۔ جب تک بریلی شریف میں رہے خاموش انداز میں مسلکی و مذہبی اقدار و روایات کی حفاظت وصیانت فرمائی پھر جب ان کے مریدین ومتوسلین کا دائرہ وحلقہ وسیع تر ہوا تو اس کام کے لیے انہوں نے کانکیر مدھیہ پردیش کی سرزمین کو منتخب و معین فرمایا وہاں رہ کر زندگی کے آخری لمحات تک فکر رضا کی مشاطگی فرمائی اور مسلک اعلیٰ حضرت کی صداقت وحقانیت کو واضح وآشکارا کیا۔ ان کے اندر تدین وتقوی، عفت و پارسائی، خوف وخشیت ربانی اور زہد و پرہیزگاری کے جو عناصر تھے انہیں دیکھ کر حضور مفتیٔ اعظم ہند یاد آتے تھے گویا کہ حضرت امین شریعت اپنے وجود میں حضور مفتیٔ اعظم ہند کے ہم شکل و ہم شبیہ تھے۔ زمانہ جانتا ہے کہ تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب نوری علیہ الرحمۃ والرضوان ایک مسلم اور صاحب کرامت بزرگ و ولی تھے ان کی ولایت و بزرگی سواد اعظم اہل سنت کو تسلیم وقبول ہے وہ اپنے وقت میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے بعد مرجع علما اور مرکز خلائق تھے۔ حضور امین شریعت کو حضور مفتیٔ اعظم ہند کی معیت وصحبت حاصل تھی جس کی وجہ سے وہ اہل سنت کی آنکھوں کے تارے اور عوام وخواص کے نزدیک مقبول و پیارے ہو گئے۔ آج اگرچہ وہ ہمارے درمیان میں نہیں ہیں مگر ان کی یادوں کا چراغ دلوں کے آفاق میں جلتا رہے گا۔

ادیب شہیر آبروئے صحافت حضرت علامہ اشرف رضا قادری جماعت اہل سنت کے ایک باصلاحیت وہوشمند عالم دین اور قادر الکلام شاعر ہیں انہوں نے حق ارادت ادا کرتے ہوئے حضرت امین شریعت پر اہم وگراں قدر کام کیا اور کر رہے ہیں کیونکہ جب شخصیت اہم اور علمی ہوتی ہے تو اس پر کیے ہوئے کام کو بھی قابل قدر اور وقیع مانا جاتا ہے۔ علامہ موصوف نے سب سے پہلے ”سہ ماہی امین شریعت“ کا اجرا فرمایا اور اس کی ادارت سنبھالی جو پابندی اور حسن وخوبی کے ساتھ اہل علم کی خدمات میں علمی و

ادبی سوغات پیش کر رہا ہے۔ پھر انہوں نے ایک ضخیم اور قابل قدر ''امین شریعت نمبر'' نکالا جو ایک نمبر ہونے کی حیثیت سے ہر طرح کی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ علماء و محققین نے اسے قدر و عزت کی نگاہوں سے دیکھا اور اس پر قلبی تاثرات لکھے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ''سہ ماہی امین شریعت'' ہو یا ''امین شریعت نمبر'' ہر ایک کی کامیابی کا سہرا حضرت علامہ اشرف رضا قادری کے سر جائے گا کیونکہ انہوں نے اس راہ میں جو قربانی پیش کی ہے وہ بے مثل اور لافانی ہے۔ خدا کرے حضرت امین شریعت کی بارگاہ میں ان کی یہ خدمات قبولیت سے سرفراز ہو جائیں۔

علامہ اشرف رضا قادری نے حضرت امین شریعت کے تعلق سے اپنا قلمی سفر جاری رکھتے ہوئے امین شریعت کی بارگاہ میں ایک منظوم خراج عقیدت جام ''منظوم سوانح امین شریعت'' پیش کیا ہے جو ان کے سوانحی امور و مبادیات پر مشتمل ہونے کے ساتھ علم و ادب کا نمونہ اور بہترین شاعری کا مرقع ہے۔ اس منظوم خراج عقیدت میں علامہ اشرف رضا صاحب قادری نے سب سے پہلے حمد باری تعالی سے متعلق کچھ اشعار پیش کیے پھر حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان رفیع میں چند اشعار کہے، بعدہ انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت علامہ نقی علی خاں صاحب، حضرت علامہ حسن رضا خاں صاحب بریلوی، حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب اور حضور مفتئ اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب نوری علیہم الرحمہ کا مختصراً تذکرۂ جمیل کیا ہے۔ پھر ان کا جو مقصود نگارش ہے اس پر انہوں نے بڑے طمطراق اور شاعرانہ انداز میں خامہ آرائی کی ہے جو اپنے وجود میں نعمت عظمیٰ اور علمی تحفہ ہے۔

اس منظوم نامے سے کچھ کلام کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں لیکن اگر آپ پورے کلام کو دیکھیں گے تو آپ کو اندازہ و احساس ہو جائے گا کہ صاحب کلام نے ''منظوم سوانح

امین شریعت'' کے آغاز و ابتدا سے لے کر اختتام و انتہا تک کس حسن و خوبی کے ساتھ اپنے مافی الضمیر کو صفحۂ قرطاس پر ظاہر و ثبت کیا ہے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

اپنے رب کا نام لے کر کر رہا ہوں ابتدا
دست قدرت سے اسی نے سب کو ہے پیدا کیا

شان ہے اس کی بڑی وہ پاک ہے، بے عیب ہے
ایک ہے، بے مثل ہے، وہ عالم ہر غیب ہے

حمد باری تعالی کے بعد حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے متعلق فرماتے ہیں:

اس نے اپنے فضل سے ایسا نبی ہم کو دیا
پوری خلقت میں نہیں ہے ویسا کوئی دوسرا

وہ امام الانبیاء ہیں عرش کے مہمان ہیں
خلق میں سرکار ہی بعد از خدا ذیشان ہیں

عاشقان نبی اور شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہند میں بھی اک سے اک ہیں عاشق خیر الوری
جن کا پرچم آج ہے دل کی فصیلوں پر گڑا

ان میں ہی احمد رضا خاں قادری کا نام ہے
عظمتوں کا جن کی قائل، عالم اسلام ہے

اعلیٰ حضرت کے والد گرامی حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں صاحب، حضرت علامہ حسن رضا خاں صاحب بریلوی اور حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب کے تعلق سے یہ لکھا ہے:

اعلیٰ حضرت کے ہیں والد شاہ علامہ نقی
جن کے علم وفضل کا چلتا ہے سکہ آج بھی

اعلیٰ حضرت کے ہیں منجھلے بھائی علامہ حسن
جن کو کہتا ہے زمانہ آج استاد زمن

حضرت حسنین استاد زمن کے ہیں ولد
صاحبان فضل میں ہے ذات جن کی مستند

حمد ونعت وغیرہ کے بعد حضرت علامہ اشرف رضا صاحب قادری نے حضرت امین شریعت کی منظوم سوانح کو الفاظ و بیان کی لڑی میں جس انداز میں پرویا ہے وہ دیکھنے اور محسوس کرنے کے لائق ہے اس کا مطالعہ کرنے والا لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے:

اب ادب سے جا رہا ہوں کرنے جن کا تذکرہ
ان کی ہی سیرت نگاری اصل مقصد ہے مرا

آپ استاد زمن قبلہ کے ہی دلبند ہیں
حضرت حسنین کے سب سے بڑے فرزند ہیں

ان کے ذکر پاک سے ملتا دلوں کو چین ہے
نام نامی ان کا پیارا حضرت سبطین ہے

منظوم سوانح امین شریعت کے کل صفحات ۶۲ ہیں اس کا اختتامیہ یوں ہے:

نظم میں ان کی سوانح میں نے ہے کیسی لکھی
فیصلہ اس کا کرے گا آنے والا وقت ہی
یا الٰہی کر دعا اشرف رضا کی یہ قبول
تربت سبطین پر کھلتے رہیں رحمت کے پھول

''منظوسوانح امین شریعت'' کے نمونۂ کلام سے یہ اندازہ لگانا مشکل و دشوار نہیں ہے کہ حضرت علامہ اشرف رضا قادری نے اس راہ میں جو کدو کاوش فرمائی ہے اس میں وہ کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے ہیں، اس میں وہ کسی قسم کی بے اعتدالی یا لغزش پا کے شکار نہیں ہوئے۔ ایک فنکار کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ وہ حوصلہ مندی کے ساتھ اپنا سفر پورا کر لے اور نقص وعیب کے بغیر منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ ورنہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ آدمی اپنے مقصود و موضوع سے ہٹ جاتا اور بلا فائدہ کلام کو طویل کرتا ہے جس سے قاری کو تکدر و ملال اور بدمزگی کا احساس ہوتا ہے۔ شاید میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ زیر تبصرہ ''منظوم سوانح امین شریعت'' میں یہ بات یا یہ عیب بالکل نہیں ہے بلکہ وہ شروع سے آخر تک حلاوت و چاشنی سے مملو ہے بیان میں ندرت وسلیقہ مندی اور طرز نگارش میں حسن و بانکپن موجود ہے قاری کو اس کے مطالعہ سے

ملال وتکدر نہیں فرحت وخوشی ہوتی ہے اس کے ذوق مطالعہ کو سامان تسکین ملتا ہے۔

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ کسی کی سیرت وسوانح کو نظم میں پیش کرنے کا رواج زمانۂ قدیم سے ہے عرب جاہلیت کے شعرا کے کلاموں میں اس کا نمونہ ملتا ہے عہد رسالت سے پہلے بھی یہ بات تھی اور اب بھی ہے اہل عرب کی منظوم قصیدہ خوانی تو مشہور عالم ہے یہی قصیدہ خوانی ان کے اظہار زبان دانی کا ذریعہ تھی اسی سے وہ غیروں پر اپنا تفوق و برتری ثابت کرتے تھے چونکہ انہیں اپنی زبان پر فخر و ناز تھا اسی لیے عرب کے علاوہ دوسروں کو وہ عجم یعنی بے زبان و گونگا کہتے تھے۔ عرب میں جگہ جگہ میلے اور بازار اس لیے لگا کرتے تھے کہ وہاں پر شعرا جمع ہوکر منظوم قصیدے پڑھتے جس کا قصیدہ پسند کیا جاتا آنا فانا اس کا قصیدہ پورے عرب میں مشہور ہو جاتا، ہر ایک کی زبان پر صرف وہی قصیدہ ہوتا، ہر شخص اسی شاعر کا ذکر کرتا۔ مگر زمانۂ اسلام میں اہل عرب کی وہی قصیدہ خوانی نعتیہ شاعری میں بدل گئی جس کے نتیجے میں بڑے بڑے با کمال شعراء پیدا ہوئے جنہوں نے زندگی بھر حضور سرور کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مدح خوانی کی اور حضور کے اوصاف وکمالات لکھے۔

اسلامی دنیا میں بھی سیرت وتاریخ اور سوانحات کو شاعرانہ رنگ وآہنگ میں منظوم کیا گیا خواہ عربی ہو یا فارسی دونوں زبانوں میں منظوم ومرصع کلام کتابی شکل میں موجود ہے۔ عربی میں دیوان متنبی، دیوان حماسہ وغیرہما بہت مشہور ہیں جو درس نظامی میں آج تک پڑھائے جاتے ہیں۔ اسی طرح دیوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیوان امام شافعی علیہ الرحمہ سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے۔ فارسی میں مثنوی مولانا روم، حضرت شیخ سعدی کی بوستاں، دیوان حافظ، دیوان غنی، یوسف وزلیخا، سکندر نامہ، بہار دانش وغیرہ کتابیں وہ ہیں کہ اہل علم جن کا حال بخوبی جانتے ہیں اردو میں حفیظ جالندھری کی شاہنامۂ اسلام کے بعد بہت لوگوں نے منظوم تاریخ وسوانح لکھی کسی نے واقعات

کربلا کو نظم میں لکھا، کسی نے خلفائے راشدین کے حالات لکھے، کسی نے بغداد و غرناطہ کے واقعات و احوال قلمبند کیے مگر جو شہرت و مقبولیت شاہنامۂ اسلام کو ملی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ غرضیکہ منظوم سیرت و سوانح کا رواج ہر دور اور ہر زبان میں رہا اور آج بھی ہے اپنے اپنے ذوق سلیم کے مطابق لوگوں نے اس میں طبع آزمائی کی اور آج بھی مشق قلم کر رہے ہیں اس کی ایک تازہ اور تابندہ مثال یہی کتاب ہے۔ جو ابھی آپکے ہاتھوں کی زینت اور نگاہوں کے لیے سامان تسکین ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر اسلاف و اکابر کے وہ کارنامے یاد آتے ہیں جن کی بدولت وہ تاریخ کی زینت اور مؤرخین کے مرکز نگاہ بن گئے۔ مولیٰ تعالی اس کتاب کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول فرما کر مصنف کے لیے اس کو توشۂ آخرت اور ذخیرۂ عقبیٰ بنائے۔

آمین وصلی اللہ تعالی علی محمدن المصطفےٰ صاحب قاب قوسین او ادنی و علی آلہ و اصحابہ الذین اصطفی برحمتك یا ارحم الراحمین

حضرت مولانا انیس عالم سیوانی صاحب (لکھنؤ)

اس جہان رنگ و بو میں نہ جانے کتنے لوگ آئے اور روپوش ہو گئے، آج ان کا نام ونشان تک نہیں، زمین نے نہ جانے کتنوں کو اپنی آغوش میں لے لیا جن کے بارے میں ہمیں علم نہیں، دنیا میں کتنے افراد آئے چلے گئے، کتنی شخصیات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں اور آنکھیں بند کر لیں، کتنے خاندان، کتنے قبیلے آباد ہوئے پھر وہ اپنی پہچان کھو بیٹھے لیکن اسی زمین پر کچھ ایسے افراد، کچھ ایسی شخصیتیں، کچھ ایسے خاندان اور قبیلے ظہور پذیر ہوئے، زمانہ گذر گیا، صدیاں بیت گئیں، مگر وہ زندہ ہیں، ان کا کردار زندہ ہے، ان کے نام باقی ہیں، ان کا خاندان آباد ہے، ان کا رشتہ آج بھی لوگوں کو جوڑ کر رکھا ہے، ان کے نام سے بہتوں کے کام بن جاتے ہیں۔

ہندوستان کی سرزمین پر بڑے بڑے علم والے پیدا ہوئے، جنہوں نے علمی میدان میں نمایاں کارنامے انجام دیئے، ان کی علمی خدمات کا زمانہ معترف ہے، آج بھی اُن کی خدمات کا تذکرہ ہو رہا ہے، ان کے خطبے پڑھے جا رہے ہیں۔

پچھلے تین چار سو سالوں پر اگر ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں کئی ایسے نام ملتے ہیں جن کا ذکر اہل علم کی زبان وقلم پر اکثر جاری رہتا ہے، اسی طرح کئی ایسے خانوادے ہیں جن کی نہایت شاندار تاریخ رہی ہے، جن سے انسانی اور بالخصوص اسلامی معاشرے کو

بہت کچھ ملا ہے، جنہوں نے بہت بڑی جماعت کے دلوں پر حکمرانی کی ہے، ان کے اثرات لوگوں کے دلوں پر ہوئے ان میں خانوادۂ ولی اللہی جس میں اسلام کی عظیم الشان نابغۂ روزگار شخصیات گذری ہیں جن کے عالم اسلام پر بے پایاں احسانات ہیں۔

اسی طرح امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (وصال ۱۰۵۲) جن کی علمی، دینی خدمات کے آگے زمانہ سر تسلیم خم کرتا ہے، بالخصوص احادیث نبویہ کے حوالے سے محقق علی الاطلاق شیخ محدث دہلوی نے جو عظیم کارنامے انجام دیئے وہ انہیں کا حصہ تھا، علامہ عبدالعلی فرنگی محلی بلکہ پورا خانوادۂ فرنگی محل، حضرت میر عبدالواحد بلگرامی مصنف سبع سنابل (وصال ۱۰۱۷ھ) علامہ فضل حق خیرآبادی (وصال ۱۲۷۸ھ) علامہ فضل رسول بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ) حضرت شاہ برکت اللہ مارہروی رضی اللہ عنہم بطور نمونہ چند نام جو اوپر مذکور ہوئے ان کے دینی، علمی اور تبلیغی کارنامے بے مثال اور لازوال ہیں جنہیں بھلایا جا سکتا ہے نہ نظرانداز کیا جا سکتا ہے، یہ تمام حضرات اہل حق کے نمائندہ اور سواد اعظم کے سرخیل اور قائد وامیر رہے ہیں، ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے دور میں حق وصداقت کا علمبردار اور مرجع خلائق رہا، آخری دور میں اہل ہند کی ہدایت کے لیے ایک ایسی ذات عالم وجود میں آتی ہے جس کی جلالت علمی کی چکاچوند میں نہ معلوم کتنے سیارگان افلاک کی چمک ماند پڑ گئی، جس کے ہیبت وجلال سے باطل فرقوں اور گروہوں میں سنسنی پھیل گئی، جس کے عزم وحوصلے نے گمراہ کن قوتوں کی عیاریوں کے پردے تار تار کر دیئے، اس مرد حق آگاہ کو دنیا امام عشق ومحبت، مجدد دین وملت، حامی صدق وصفا، واصف خیر الوریٰ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی کے نام سے جانتی پہچانتی ہے، امام احمد رضا اپنے دور کے علما ہی میں ممتاز نہ تھے بلکہ ان کے تجدیدی کارنامے اور احیائے سنت کے حوالے سے کوششیں اس بات کی غماز ہیں کہ کئی سو سال سابق میں بھی ان کی

مثل کوئی نہیں نظر آتا، ان کی شخصیت بارگاہ خدا اور سول میں کس قدر محبوب اور مقبول تھی کہ عالم تو بہت ہوئے مگر اللہ ورسول کی عطا سے پوری دنیا کا حق پسند مسلمان اپنی حقانیت کی شناخت امام احمد رضا کو قرار دیتا ہے، اور وہ یقین رکھتا ہے کہ امام احمد رضا کے نام کے بعد مزید کچھ بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی، تقریباً سو سال سے دنیا کے تمام خطوں میں بسنے والا مسلمان اپنے اہل سنت ہونے کی سند امام احمد رضا کو قرار دیتا ہے، حد تو یہ کہ مخالفین اہل سنت، میلاد پڑھنے والے، سلام پڑھنے والے، جلوس محمدی نکالنے والے، اہل اللہ سے استغاثہ کرنے والے کو کسی اور نام سے نہیں بلکہ امام احمد رضا کے شہر کے نام سے بریلوی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں، ان کی اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ایسا کرنے والا امام احمد رضا کی فکر و نظر کا حامی ہے، امام احمد رضا کون ہیں، کیا ہیں اس کے بارے میں زیادہ کچھ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں! اس لیے کہ مذہبی شخصیات میں بہت کم ایسے حضرات ہوں گے جنکا تذکرہ اتنا زیادہ ہوتا ہوگا یا جنکے بارے میں اتنا لکھا گیا ہوگا۔

امام احمد رضا مسجد کی محرابوں سے درسگاہ کی مسندوں تک، مجلسی گفتگو سے لیکر بڑے بڑے اجتماعات تک، مذہبی اداروں سے لیکر عصری دانشگاہوں تک، شاعر کی شاعری میں، خطبا کی خطابت میں، اہل قلم کی تحریروں میں ہر جگہ ایک شخص مختلف کرداروں میں نظر آتا ہے۔

کہیں وہ عالم ربانی کی صورت میں ایک داعی و مبلغ نظر آتا ہے، کہیں فقہ وافتا کا امین بن کر الجھے ہوئے سوالوں کا جواب دیتا ہوا دکھائی پڑتا ہے، کہیں حدیث نبوی کا شارح، کہیں قرآن کا مترجم، کہیں اپنے محبوب کے عشق میں پھوٹ پھوٹ کر گریاں کرنے والے عاشق کی صورت میں، کہیں دشمنوں پر یلغار کرتا ہوا، ذوالفقار حیدری کو بے نیام کیے گستاخوں کا سر قلم کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ امام احمد رضا کی عظمت دینی کا اندازہ

اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جماعت کی پہچان امام احمد رضا ہیں۔ آج صرف امام احمد رضا زندہ نہیں ہیں بلکہ آپ کی نسبت زندہ ہے، آپ کی فکر زندہ ہے، آپ کا گھرانہ اور خاندان زندہ ہے، جب ہم امام احمد رضا کی حیات مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا کی مقبولیت کے پس پشت ان کا عشق رسول دستگیری کرتا ہے اور یہ قوت اتنی مضبوط اور اہم ہے کہ دنیا کی کسی قوم کے پاس اس کا نہ جواب ہے نہ توڑ، علم کا جواب علم سے دیا جاسکتا ہے، مادی قوتوں کا جواب پیش کیا جاسکتا ہے لیکن عشق وعرفان اور فنائیت کی راہوں سے گذر کر جو شخص بقا کی منزل پر فائز ہوجاتا ہے اس کا جواب کہاں سے پیش کیا جائے گا! دنیا آج بھی یار غار، رفیق سفر وحضر، جانثار پیمبر حضرت سیدنا ابوبکر، غیظ المنافقین امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب، خادم رسول اللہ سیدنا بلال حبشی، علامہ عبدالرحمن جامی کے عشق ووفا کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اپنوں ہی نے نہیں بلکہ اغیار نے بھی امام احمد رضا کا شمار عشاقان نبی میں کیا ہے، ان کے سچے عشق کی اگر کوئی دلیل چاہتا ہے تو چاہئے کہ امام احمد رضا کے نوک قلم سے صادر ہونے والے ہزارہا ہزار صفحات پر پھیلے فتاویٰ کا مطالعہ کرے، ان کا ترجمۂ قرآن کنز الایمان پڑھے، کتب احادیث پر تحریر کردہ حواشی واضافات وافادات پر نظر ڈالے، ہر جگہ، ہر سطر اس بات پر شاہد ہے کہ امام اہل سنت ہندوستان کے شہر بریلی میں رہتے ہیں لیکن ان کا قلب، ان کا دل ودماغ گنبد خضریٰ کے جاروب کشوں کی دربانی میں مصرورف رہتا ہے۔

امام احمد رضا افغانی النسل ہیں:

آپ کا خاندان افغانستان کے صوبۂ قندھار سے منتقل ہوکر ہندوستان میں آباد ہوا، اعلیٰ حضرت کے شاگرد رشید، چہیتے مرید وخلیفہ، مزاج شناس اور آپ کی بارگاہ کے

معتمد جنہوں نے سب سے پہلے باضابطہ طور پر ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے نام سے اعلیٰ حضرت کی سوانح تصنیف فرما کر پوری دنیائے سنیت اور بالخصوص رضویوں پر احسان فرمایا، اعلیٰ حضرت کے مقربین میں کئی وجہوں سے آپ ممتاز ہیں، سب سے اہم آپ کا کارنامہ یہ ہے کہ فقہ حنفی کی مؤید حدیثوں کا ایک ضخیم مجموعہ جامع الرضوی صحیح البہاری کے نام سے آپ نے مرتب فرمایا۔

جن کا اسم گرامی ملک العلما، فاضل بہار علامہ سید محمد ظفر الدین رضوی بہاری (وصال ۱۸ر نومبر ۱۹۶۲ء) ہے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندانی حالات کو آپ نے یوں بیان کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا اسم مبارک اور شجرہ:

عبد المصطفیٰ احمد رضا ابن حضرت مولانا محمد نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں بن حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خاں بن حضرت محمد سعادت یار خاں بن حضرت محمد سعید اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین حضور کے آباء واجداد قندھار کے مؤقر قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے، شاہان مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے، لاہور کا شیش محل انہیں کا جاگیر تھا، پھر وہاں سے دہلی آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے، چنانچہ حضرت محمد سعید اللہ خاں صاحب شش ہزاری عہدہ پر فائز تھے، اور شجاعت جنگ انہیں خطاب عطا ہوا تھا، ان کے صاحبزادہ سعادت یار خاں صاحب منجانب سلطنت ایک مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے، فتحیابی پر ان کو بریلی کا صوبیدار بنانے کے لیے فرمان شاہی آیا، لیکن وہ ایسے وقت آیا کہ وہ بستر مرگ پر تھے، ان کے تین صاحبزادے تھے اعظم خاں، معظم خاں، مکرم خاں جو بڑے بڑے مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے۔

(حیات اعلیٰ حضرت ص ۲ مطبع قادری کتاب گھر بریلی شریف)

اعلیٰ حضرت کے والد گرامی مولوی نقی علی خاں بریلوی ابن مولوی رضا علی خاں ساکن بریلی روہیل کھنڈ غرہ رجب ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد سے تعلیم وتربیت پائی اور علوم درسیہ سے فراغت حاصل فرمائی، ذہن ثاقب و رائے صائب رکھتے تھے، حق تعالیٰ نے اُن کو عقل معاش ومعاد دونوں میں ممتاز اقران بنایا تھا، علاوہ شجاعت جبلی کے حضرت صفت سخاوت تواضع استغنا سے موصوف تھے، اپنی تمام عمر اشاعت سنت وازالۂ بدعت میں صرف فرمائی، ۱۲۹۴ھ میں تاجدار مارہرہ مطہرہ سیدنا آل رسول احمدی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، خلافت واجازت سے سرفراز کیے گئے، ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے، سلخ (پہلی) ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

اعلیٰ حضرت کے جد امجد:

ملک العلما علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری نے تذکرہ علمائے ہند مصنفہ رحمن علی خاں کے حوالہ سے لکھا ہے۔

مولانا رضا علی خاں صاحب بریلوی بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن محمد سعادت یار خاں بہادر بریلی ملک روہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علمائے کرام اور قوم افغان بڑھیچ سے تھے، ان کے آباء واجداد سلاطین دہلی کے دربار میں بڑے بڑے عالی مرتبہ منصب شش ہزاری پر فائز تھے۔

مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم ومغفور سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۴ رسال کی عمر میں ۱۲۴۷ھ کو سند فراغ حاصل کر کے مشار الیہ اماثل واقران ومشہور اطراف

وزمان ہوئے، خصوصاً علم فقہ وتصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی، بہت پُر تاثیر تقریر فرماتے، آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں، خصوصاً نسبت کلام، سبقت سلام، زہد وقناعت، علم وتواضع، تجرید وتفرید آپ کی خصوصیات سے تھا، ۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی، خطبۂ علمی کے مصنف مولوی محمد حسن علمی آپ ہی کے شاگرد رشید تھے، جس کا تذکرہ انہوں نے خطبۂ مذکورہ کے اخیر میں کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے جدامجد دو بھائی تھے، امام العلما مولانا رضا علی خاں دوسرے رئیس الحکما حکیم تقی علی خاں۔

مولانا رضا علی خاں کی پہلی زوجہ سے رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں اور ایک بیٹی زوجہ مہدی علی خاں صاحب۔

دوسری زوجہ سے بی بی جان زوجہ ولایت حسن خاں اور مستجاب بیگم زوجہ حکیم وہاب علی خاں صاحب۔

علامہ نقی علی خاں کا عقد اسفندیار بیگ کی بڑی بیٹی حسینی خانم سے ہوا تھا۔

علامہ نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں کے تین صاحبزادے اور تین ہی صاحبزادیاں تھیں۔

(۱) اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں، (۲) علامہ حسن رضا خاں، (۳) مولانا محمد رضا خاں، (۱) حجاب بیگم زوجہ وارث علی خاں، (۲) احمدی بیگم زوجہ ایران خاں، (۳) محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں (لاولد)

اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی علامہ حسن رضا خاں بریلوی:

علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ کے دوسرے صاحبزادے حضرت علامہ حسن رضا بریلوی تھے، آپ کی پیدائش ۲۲؍ ربیع الاول شریف ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۹؍ اکتوبر ۱۸۵۹ء

بریلی شریف میں ہوئی، اپنے وقت کے زبردست عالم دین ہونے کیساتھ ساتھ بہت بڑے شاعر تھے، آپ کی نعتیہ شاعری سے عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئیں پھوٹی پڑتی ہیں، شاعری میں آپ کا تخلص حسن تھا۔

آپ نے اپنے والد گرامی حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ اور اپنے برادر اکبر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے علوم دینیہ حاصل کیا، نور العارفین سیدنا ابو الحسین نوری میاں مارہرہ شریف سے سلسلۂ بیعت وخلافت حاصل تھی، بحیثیت نعت گو شاعر کے آپ کو شہرت دوام حاصل ہوئی، حالانکہ شاعری کیساتھ ساتھ آپ کا علمی رتبہ کافی بلند تھا لیکن آپ کی ذات کا اظہار آپ کی شاعری سے ہوا، آپ کا لقب استاذ زمن ہے، عام طور پر جب استاذ زمن بولا جاتا ہے تو اس سے مراد آپ ہی کی ذات ہوتی ہے، زیارت حرمین طیبین سے واپسی پر ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، امام احمد رضا نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دست اقدس سے قبر شریف میں اتارا، سٹی قبرستان بریلی میں اپنے والد اور جد امجد کے قریب میں دفن ہوئے۔

استاذ زمن علامہ حسن رضا کے تین فرزند تھے، (۱) فاروق رضا خاں (جوانی ہی میں فوت ہوگئے) (۲) حکیم حسین رضا خاں (ولادت ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۸ء) (۳) علامہ حسنین رضا خاں۔

علامہ حسنین رضا خاں

(وصال ۵ رصفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۰ء):

علامہ حسنین رضا خاں بن علامہ حسن رضا خاں بن علامہ نقی علی خاں بن علامہ رضا علی شاہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۳ء محلہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے، بہت

بڑے عالم، فاضل اور صاحب فکر وتدبر شخص تھے، زندگی بھر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فکر وخیال کی ترجمانی اور تبلیغ کرتے رہے، علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ سے کئی نسبتیں حاصل تھیں، اعلیٰ حضرت کے شاگرد بھی تھے اور خلیفہ بھی، اعلیٰ حضرت کے بھتیجا بھی تھے اور داماد بھی۔

اعلیٰ حضرت کی چوتھی صاحبزادی مخدومہ کنیز حسنین عرف چھوٹی بیگم آپ کو منسوب ہوئیں، چھوٹی بیگم کے انتقال کے بعد آپ کی شادی منوری بیگم دختر عبد الغنی خاں سے ہوئی، جن سے چار اولادیں ہوئیں۔

(۱) امین شریعت علامہ سبطین رضا خاں، (۲) علامہ تحسین رضا خاں (۳) علامہ مفتی حبیب رضا خاں (۴) مخدومہ سلیم فاطمہ زوجہ حضور تاج الشریعہ

حضرت مولانا عزیز الرحمن قادری بریلوی رقمطراز ہیں:

حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب میں خاندانی شرافت ونجابت، علمی قابلیت کے علاوہ اور بھی بیشمار خصوصیات پائی جاتی تھیں، خداداد ذہانت، زوردار قلم، حق گوئی وبیباکی، شگفتگی مزاج، حسن اخلاق، فیاضی طبع، سادگی، ایثار وقربانی اور مخلوق خدا کی خدمت کا جذبۂ بیکراں یہ وہ خصوصیات ہیں جو ان میں نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں۔

(تجلیات خلفائے اعلیٰ حضرت علامہ شاہد القادری) اپنے والد گرامی استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں بریلوی کے نام سے حسنی پریس قائم کیا تھا، جو ایک زمانہ تک قائم رہا، اس پریس کا خصوصی مقصد تھا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی کتابوں، فتوؤں اور رسائل کو بآسانی طباعت واشاعت کرنا، بہت سے رسائل علامہ حسنین رضا صاحب نے طبع کرا کر مفت تقسیم کرائے۔

آپ صاحب حیثیت انسان تھے، علمی، سماجی اور اقتصادی ہر طور پر بلند رتبہ تھے، خلافت کمیٹی، شدھی تحریک، تحریک ندوہ جیسے فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، باطل کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت علامہ حسنین رضا خاں میں تھی۔

۱۴/رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۲/مارچ ۱۹۲۱ء میں جمعیۃ العلماء کی طرف سے بریلی شریف میں جلسہ ہوا جس میں مسٹر ابوالکلام آزاد، مولوی عبدالماجد دریا آبادی (خلیفہ اشرف علی تھانوی) اور دیگر لیڈران کی موجودگی میں علمائے اہل سنت کا وفد اتمام حجت کے لیے پہنچا اور ۷۰/سوالات کیے جن کا مخالفین سے کوئی جواب نہ بن پڑا، اس وفد میں علامہ حسنین رضا خاں بھی شریک تھے۔ غرضیکہ خانوادۂ رضویہ کی بہت عظیم اور رفیع الشان شخصیت کا نام علامہ حسنین رضا تھا۔

علامہ حسنین رضا خاں کے شاگردوں میں علامہ مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی، علامہ مفتی تقدس علی خاں بریلوی، علامہ غلام جیلانی اعظمی، علامہ ابراہیم رضا خاں بریلوی، علامہ ادریس رضا خاں عرف لالہ میاں داماد مفتی اعظم، علامہ حشمت علی خاں لکھنوی علامہ حامد علی فاروقی الہ آبادی، مفتی ابرار حسن حامدی، علامہ سبطین رضا خاں، علامہ تحسین رضا خاں علیہم الرحمہ جیسے ذی علم حضرات شامل تھے۔ ۵/صفر ۱۴۰۱ھ/ ۱۴/دسمبر ۱۹۸۰ء بروز یکشنبہ جان جان آفریں کے سپرد کی، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنے محبوب بندوں کے صدقے نیکوں اور صالحین کی صفوں میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کی آخری آرامگاہ گنبد رضا کے اندر ہے۔

(مرجع تجلیات خلفائے اعلیٰ حضرت اور تاریخ جماعت رضائے مصطفی)

علامہ سبطین رضا خاں علیہ الرحمہ:

آپ کا شجرۂ نسب علامہ سبطین رضا بن علامہ حسنین رضا بن علامہ حسن رضا بن علامہ نقی علی خاں بن علامہ رضاں علی خاں۔

امین شریعت، حکیم الاسلام حضرت علامہ سبطین رضا خاں کی ولادت باسعادت ۲/نومبر ۱۹۲۷ء کو بریلی شریف میں ہوئی۔

آپ کی پیدائش ایسے گھرانے میں ہوئی جس کا علمی شہرہ اور مقبولیت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا تھا، علامہ سبطین رضا خاں علیہ الرحمہ جس خانوادۂ مبارکہ سے تعلق رکھتے تھے اس میں ایک دو نہیں بلکہ خاندان کا ہر فرد، فرد الافراد اور وحید عصر کا درجہ رکھتا تھا، آپ کے والد علامہ حسنین رضا خاں آپ کے جد امجد استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں اپنے وقت کے عبقری الشان اور باکمال اہل علم میں شمار کیے جاتے تھے۔ اتنا ہی نہیں پورا گھرانہ دادا، پردادا، تایا، چچا، برادران سب کے سب علوم وفنون اور درس وتدریس کے مہ وانجم تھے، خاندان کے کسی ایک فرد کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ہر شخص اپنی جگہ کوہ ہمالیہ کی حیثیت رکھتا تھا، آپ کے منجھلے بھائی صدر العلما علامہ تحسین رضا خاں (متوفی ۱۸/رجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳/اگست بروز جمعہ) بہت بڑے عالم تھے، آخری عمر میں جامعۃ الرضا بریلی شریف میں منتہی کتابوں کا درس دیتے تھے، عالم اسلام کی عبقری اور ممتاز علمی شخصیت فقیہ اسلام حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ (۶/ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ وقت مغرب) جیسی نابغۂ روزگار شخصیت صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں کے تلامذہ میں تھے، حکیم الاسلام علامہ سبطین میاں کے سب سے چھوٹے بھائی حضرت علامہ مفتی حبیب رضا خاں (متوفی ۲۸/مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ بعد فجر) مرکزی دار الافتاء کے ذمہ دار مفتیان کرام میں تھے، علامہ سبطین رضا خاں کے چچا حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان دوسرے چچا مفتی اعظم حضرت علامہ مصطفی رضا خان تھے۔ ان حضرات کو کون نہیں جانتا؟ ان کا قوم وملت پہ کیسا اثر تھا اور عالم اسلام پہ ان کے کتنے احسانات ہیں، ایسے پاکیزہ اور علمی گھرانے میں پیدا ہونے والے

علامہ سبطین رضا خاں کوئی معمولی مولوی نہیں تھے بلکہ خانوادۂ رضویہ کی شان اور عظمت کو آپ نے جلا بخشی ہے، اپنے وجود سے ایک عالم کو متاثر کیا ہے، آپ نے خاندانی وجاہت اور نسبی شرافت میں چار چاند لگائے ہیں، آپ کے کارنامے، آپ کی کارگذاریاں، آپ کی مذہبی اور دینی خدمات سے ایک عہد نے فیض پایا، بہت بڑی جماعت کو آپ سے مستفیض ہونے کا موقع ملا، آپ جہاں رہے، سنیت کے وقار کو بلند رکھا، رضویت کو نکھارنے اور گھر گھر پہنچانے میں اہم کارنامہ انجام دیا، آپ مفتی اعظم کی امانت تھے، علامہ حسن رضا کے علم کی چاشنی ، علامہ حسنین رضا خاں کی حکمت ودانائی، حجۃ الاسلام کی نورانیت اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے علوم ومعارف کے درخشندہ باب تھے، آپ کی ذات خیر وبرکت اور خُلق عظیم کا منبع تھی، آپ کے داعیانہ اوصاف، کریمانہ اخلاق آپ کی اولوالعزمی، استقامت فی الدین کا ثمرہ ہے کہ پورا چھتیس گڑھ، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر اور اڈیسہ کے بہت سے علاقوں میں آپ کی نسبت سند کا درجہ رکھتی ہے، آپ فکر رضا کے سرخیل اور مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار تھے، نورانی چہرہ لبوں پہ تبسم ریز لکیریں، پُرنور نگاہیں، منحنی بدن، صاف رنگ، چمکتی پیشانی جس سے سعادت وفیروز بختی کے آثار نمایاں، باتوں میں نرمی، لہجے میں شیریں پن، انداز بیان صاف اور شستہ، لباس اوپر سے نیچے تک سادہ نفیس جب ہم ان اوصاف کو جمع کرتے ہیں تو ایک شخصیت کا تصور ہمارے خیال کے پردے پر ابھر کر آتا ہے جسے ہم حکیم الاسلام علامہ سبطین رضا خاں کہتے ہیں۔ اڈیسہ، چھتیس گڑھ اور ناگپور کے اطراف میں عام طور پر اہلسنت کی جو کھیتیاں ہری بھری نظر آرہی ہیں اُن شادابیوں کے اندر ہمیں حکیم الاسلام کی کاوشیں نظر آتی ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی کو مسلک اعلیٰ حضرت کے لیے وقف کر رکھا تھا، ایک بہت اہم بات یہ ہے کہ حضرت علامہ سبطین رضا خاں علیہ الرحمہ کی شخصیت اور ذات ہمیشہ

بے داغ رہی، ان کے خلاف کسی کو بولتے نہیں سنا، کسی نے ان کی صلاحیت اور قابلیت پہ انگلی نہ اٹھائی اور نہ کسی نے ان کے کردار پہ انگشت نمائی کی۔

وہ ایک رواں دریا کے مثل تھے، جس سے پیاسا سیراب ہوتا، میلا بدن آدمی پا کی حاصل کرتا، وہ ایک تناور درخت کی مانند تھے، جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے تھے، ان کی ذات انمول ہیرے کی مانند تھی، جس کی چمک کبھی ماند نہیں پڑتی، وہ ایسی خوبیوں اور نیک خصلتوں کے مالک تھے کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی ان کے محاسن کے معترف تھے، بظاہر وہ خموش رہتے لیکن ان کی خموشی میں انقلاب پوشیدہ ہوتا، نہایت سنجیدہ، بُردبار، سلیم الطبع شخصیت کا نام حکیم الاسلام علامہ سبطین رضا تھا، چھتیس گڑھ کے علاقے کو وہابیت کے بادِ مسموم سے بچا کر سنیت کا ماحول بنانا، لوگوں کو حق اور باطل کے مابین فرق سمجھانا، مسلک اعلیٰ حضرت کی حقیقتوں سے آگاہ کرنا، عوام کے ذہن وفکر اور تصور وخیال میں اس بات کو جمانا کہ ہر کلمہ پڑھنے والا مسلمان نہیں بلکہ مسلمان وہ ہے جو دل وجان سے محبوب پروردگار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار ہوگا وہی مسلمان ہے ورنہ شیعہ، قادیانی، بوہری، سب کلمہ پڑھتے ہیں، اللہ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ہر مسلمان جانتا ہے کہ مذکورہ گروہ اپنے کفری عقائد کے سبب مسلمان نہیں اسی طرح وہابی، دیوبندی اور ان کے اذناب خدا اور رسول کی شان میں توہین آمیز باتیں لکھ کر دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔

علامہ سبطین رضا خاں نے رائے پور اور چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کے تحفظ کے لیے گراں قدر اقدامات کیے، جس کا نتیجہ ہے کہ ان علاقوں کی سنیت مضبوط اور مستحکم ہے لوگوں کے دلوں میں جو آپ کی قدر ومنزلت ہے وہ خدا داد ہے، حکیم الاسلام اہل سنت کے ایسے قائد ورہنما تھے جن پر ہمارے اسلاف نے اعتماد فرمایا اور اخلاف نے جنہیں اپنے لیے دلیل اور برہان سمجھا، چھتیس گڑھ کے علاقوں

میں خصوصا اور عموماً ملک کے ایک بڑے حصے میں آپ کی دعوت وتبلیغ، فضل وکمال، مجد وشرف اور حسن کردار وعمل کے گہرے چھاپ نظر آتے ہیں، خانودۂ رضویہ میں سب سے قریب تر رشتہ آپ کا اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم وغیرہ سے تھا، اس لئے کہ آپ کے دور اخیر میں خاندان کے تمام لوگ یا تو اعلیٰ حضرت کے پر پوتا یا پر نواسہ یا پھر لکڑ پوتوں میں شمار ہوتے تھے لیکن علامہ سبطین رضا خاں صاحب کا رشتہ اتنا قریبی تھا کہ آپ اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی استاذ زمن علامہ حسن رضا صاحب کے پوتے ہوتے تھے، اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت کے بھی آپ پوتے ہوتے تھے، آپ کا نصیبہ اتنا بلند کہ چار سال چار ماہ چار دن کی جب آپ کی عمر ہوئی تو آپ کے چھوٹے دادا حضرت علامہ محمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے رسم بسم اللہ خوانی کرائی، آپ کے اساتذہ میں حضور صدر الشریعہ علامہ حکیم امجد علی اعظمی، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد لائلپوری، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی اور والد محترم علامہ حسنین رضا خاں علیہم الرحمہ، جیسے اساطین امت تھے، شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم سے شرف بیعت وخلافت حاصل تھی۔

۶ر مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی، تسہیل المصادر کے مصنف علامہ مفتی عبد الرشید فتح پوری کی دختر نیک اختر سے عقد مسنون ہوا، آپ کا نکاح مفتی مالوہ علامہ مفتی رضوان الرحمن صاحب نے پڑھایا۔

اولاد: سات اولادیں ہوئیں، جنمیں دو کا انتقال ہوگیا، دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں بقید حیات ہیں، آپ کے جانشین حضرت علامہ سلمان رضا خاں صاحب (داماد حضور تاج الشریعہ) ادارے قائم کرکے، لوگوں کو داخل سلسلہ فرما کر، تقاریر کے ذریعے اور اپنے قلم سے سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت انجادی۔

''لاؤڈ اسپیکر''، آئینۂ قیامت کے سرقہ کی پُر اسرار داستان، ٹی وی کے مضر

اثرات،صدر العلما پیکر حلم و بردبار، یک از مردان حق، برادر زادۂ اعلیٰ حضرت استاذ العلما علامہ حسنین رضا خاں، ماہ محرم اور مفتی اعظم، ہمارا قومی اتحاد اخلاق محمدی کے آئینے میں، کائنات کا دولہا، مراسم محرم اور مسلمان، نماز پڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟ جیسے مفید مضامین آپ کے رشحات قلم سے صادر ہوئے، اور رسائل وجرائد کی زینت بنے۔

۲۶/محرم ۱۴۳۷ھ مطابق ۹/نومبر ۲۰۱۵ء بروز پیر اس دنیائے فانی سے کوچ فرمائے، آپ کی نماز جنازہ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں علیہ الرحمہ (متوفی ۶/ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بوقت مغرب) نے پڑھائی، خلق کثیر نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔

اس طرح سے ایک خاندان قندھار سے لاہور، دہلی ہوتا ہوا روہیل کھنڈ بریلی پہنچا اور پھر بریلی سے سرکار مفتی اعظم کی ہدایت پر اس سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی جسے علامہ سبطین رضا خاں کہتے ہیں کانکیر چھتیس گڑھ پہنچی، چھتیس گڑھ، پہنچ کر اس شخصیت نے وہاں کے لوگوں پر ایسا اثر ڈالا کہ کانکیر کانکیر نہ رہا بلکہ کانکیر میں بریلی والوں کا جلوہ نظر آنے لگا، زندگی کا بیشتر حصہ چھتیس گڑھ میں گذارنے کے باوجود آخری آرامگاہ اور آپ کا مدفن بریلی شریف بنا اور ایسا کیوں نہ ہو؟ کیوں کہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

سعادتوں کی معراج:

قارئین کو شاید یہ بات گراں گذرے کہ اتنے مفصل مضمون کی کیا ضرورت تھی، چند سطروں میں تاثر پیش کر دیا جاتا تب بھی بات ہو جاتی لیکن کیا بتائیں، نہ اس حقیر کی یہ عادت اور نہ ہی اتنی فرصت پھر بھی اتنا طویل سفر خود کیا اور قارئین کو زحمت میں مبتلا کیا بس یہ سمجھئے کہ

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز میری نہ یہ رنگ میرا
ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

کئی ماہ پیشتر محب گرامی قدر، فاضل ذیشان حضرت مولانا المکرم اشرف رضا صاحب قادری مدیر اعلیٰ سہ ماہی امین شریعت، نے فرمائش کی تھی کہ مجھ حقیر کو امین شریعت، حکیم الاسلام علامہ مفتی سبطین رضا خاں علیہ الرحمہ کے سلسلے میں ایک مضمون لکھنا ہے، لیکن کیا بتاؤں موصوف نے جتنے پہلے حکم دیا تھا اتنی ہی تاخیر سے ان کے حکم کی تعمیل ہوسکی ہے، حالانکہ اصرار کی انہوں نے انتہا کردی، اتنی دفعہ فون کیا کہ مجھے شرمندگی محسوس ہونے لگی، گذارشات پر گذارشات، لیکن اس حقیر کی اپنی ذاتی اور جماعتی مشغولیات، ہرآئے دن کے اسفار کے سبب کافی تاخیر سے یہ مضمون تکمیل کے مرحلے سے گذر سکا۔ مضمون تکمیل کے مرحلے میں داخل ہوا ہی چاہتا تھا کہ ہم سب بلکہ پوری ملت اسلامیہ ایک ایسے درد و کرب سے دوچار ہوئے کہ جس صدمے کو سوچ کر وجود تھرّا اٹھتا ہے یعنی آفتاب شریعت و طریقت حضور تاج شریعت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری میاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/ جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بوقت مغرب) کے اچانک وصال پُر ملال کی خبر نے حواس باختہ اور عقل و خرد پہ تعطل کے تالے لگادیئے، حضرت کے وصال سے جیسے پوری ملت اسلامیہ یتیم ہوگئی اور ہماری فریاد سننے والا اب کوئی نہ رہا، اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے جانشین قائد اہل سنت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری قومی صدر جماعت رضائے مصطفی بریلی شریف کو صحت عطا فرمائے اور غیب سے اُن کی مدد فرمائے آمین۔

جنازہ میں شرکت کے بعد جیسے ہی لکھنؤ واپس لوٹا غم و اندوہ کے اس عالم میں بھی مولانا موصوف کے فون کی گھنٹی کانوں میں جیسے سنائی دے رہی تھی بہر حال خدا خدا

کر کے مولانا اشرف رضا صاحب کی فرمائش منزل بہ رسید۔

مولانا موصوف حضرت امین شریعت علیہ الرحمۃ کے سچے پکے مرید وخلیفہ اور عقیدت کیش ہیں، ان کی عقیدت کی دلیل یہ ہے کہ زندگی کی چودہ انمول بہاریں انہوں نے حضور امین شریعت کی خدمت میں گذاری اور انتقال کے بعد بھی اس طرح وابستہ رہے کہ ہر لمحہ انہیں کے لیے وقف ہے، اب تک امین شریعت کے حوالے سے جو بھی تحریریں اور مضامین منظر عام پر آسکے ہیں وہ سب مولانا موصوف کی کاوشوں کا ثمرہ ہیں۔

شاگرد بہت ہوتے ہیں، مرید بے شمار ہوتے ہیں، جلوہ طلب کرنے والے عاشق بہت ملتے ہیں، نام بتا کر فائدہ حاصل کرنے والوں کی قطار لمبی ہوتی ہے مگر قربانی دینے والے، ایثار پیش کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں، مولانا اشرف رضا کا جنون، ان کا عشق اور وارفتگی شوق دیکھ کر محسوس ایسا ہوتا ہے کہ چاہنے والے ہزاروں کی بجائے چند ہوں مگر اشرف رضا جیسے ہوں تو آدمی بڑے سے بڑا مرحلہ بآسانی طے کرسکتا ہے، امین شریعت کے حوالے سے ''مضامین امین شریعت'' پھر امین شریعت نمبر، سہ ماہی امین شریعت اور اب منظوم سوانح امین شریعت ان کے جذبۂ صادق کی بین دلیل ہے، ہم ان کی عقیدتوں کی دہلیز کو بوسہ دیتے ہیں اور سچے مرید کی ارادت ونیازمندی کو سعادت وارجمندی کی بشارت سناتے ہیں، اس طرح کی سعادت سب کے نصیبے میں نہیں ہوتی، بزرگوں سے محبت، شیخ کی یاد میں اپنے کو بھول جانا، محسنین کے لیے اپنے کو قربان کردینا درحقیقت سعادت ونیازمندی کی معراج ہے اور مولانا اشرف رضا صاحب سو فیصدی اس کے حقدار ہیں۔

شہدائے بدر کی مناسبت سے مولانا نے ۳۱۳ر اشعار پر مشتمل ''منظوم سوانح امین شریعت'' نظم کرکے تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے، یہ منظوم خراج عقیدت ۶۰

صفحات پر مشتمل ہے۔ابتدائی خدائے ذوالجلال کی حمد وثنا بیان کی ہے پھر اس کے بعد نعت پاک اور منقبت کے اشعار ہیں۔

اس حقیر نے منظوم سوانح کو کئی بار پڑھا اور لطف اندوز ہوا، اپنے احباب سے بھی اس کا تذکرہ کیا، سب سے اہم بات یہ ہے کہ مولانا نے اتنی سادگی اور شستگی کے ساتھ سوانح کو نظم کیا ہے کہ کہیں غرابت اور تکلف کا احساس نہیں ہوتا، بہت سے شعرا کے دواوین کو پڑھنے اور ان کے کلام کے مطالعے کا موقع ملا مگر بہت کم ایسا ہوا کہ پورا کلام ایک نہج پر ہو، بہت سی جگہوں پر یہ لگتا ہے کہ یہاں شاعر نے زبردستی مفہوم پیدا کرنے کی کوشش کی ہے یا بے محل الفاظ اور ترکیبوں کا استعمال کیا ہے، کہیں وزن نہیں سمجھ میں آتا لیکن مولانا اشرف رضا صاحب کی شاعری میں جو تسلسل اور کیفیت ہے وہ کسی شاعر کی فقط شاعری نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں امین شریعت کی زندگی کے عکوس ہیں، جنہیں نہایت خوبصورتی کے ساتھ شاعر نے نظم کر کے شعری جامہ پہنا دیا ہے۔ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ شاعری میں تجدد کی کمی ہے لیکن اس حقیقت کا اعتراف تو کرنا ہی پڑیگا کہ سوانح کو جتنا عمدہ شاعر نے نبھایا وہ کوئی معمولی بات نہیں، امین شریعت کی پیدائش، بچپنا، جوانی، تعلیم وتربیت، خاندان، کارکردگی، اساتذہ، دعوت وتبلیغ حسن اخلاق ان تمام پہلوؤں کو جس طرح شعر میں پرویا ہے وہ یقینا کمال کی بات ہے، میں آپ کے اس سوانحی شاعری کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں اپنی گفتگو ختم کروں اس سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے اشعار سے کچھ گل بوٹے اپنے قارئین کے لئے چن لوں ملاحظہ فرمائیں۔

ان کے ذکر پاک سے ملتا دلوں کو چین ہے
نام نامی ان کا پیارا ''حضرت سبطین'' ہے
ہم شبیہ مفتی اعظم لقب ان کو ملا

خاندان رضویت میں ہے الگ ہی مرتبہ
ان کو خلّاق دوعالم نے بنایا تھا ذہین
سر سے پا تک وہ نظر آتے تھے حد درجہ حسین
رسم بسم اللہ خوانی کا بھی منظر خوب تھا
چھوٹے دادا جان نے یہ رسم فرمائی ادا
اکبری مسجد پرانے شہر میں واقع جو تھی
ابتدا تعلیم کی باضابطہ اس میں ہوئی
جن سے جن سے آپ نے تحصیل علم دین کی
ان میں ہیں صدر الشریعہ حضرت امجد علی
مفتیٔ اعظم سے تو بچپن میں ہی بیعت ہوئے
سوچئے سبطین ملت کتنے خوش قسمت ہوئے
یہ سعادت سب کے حصے میں کہاں آتی جناب
سب کہاں ہوتے ہیں اس طرزِ کرم سے فیضیاب

یہ چند اشعار بطور نمونہ میں نے ذکر کردیئے ورنہ پوری کتاب سادگی، شگفتگی، اثر آفرینی اور والہانہ محبت وعقیدت اور خوبصورت فکر وخیال کا مجموعہ ہے۔اللہ تعالیٰ مولانا اشرف رضا صاحب کی اس کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرمائے، حضرت علامہ مولانا سلمان رضا خان صاحب مدظلہ العالی کو حضور امین شریعت کا سچا جانشین بنائے آمین۔

مراجع

حیات اعلیٰ حضرت، از علامہ ظفر الدین بہاری، قادری کتاب گھر بریلی شریف

تجلیات خلفائے اعلیٰ حضرت، از مولانا شاہد القادری، امام احمد رضا سوسائٹی کولکاتا

تاریخ جماعت رضائے مصطفی، مولانا محمد شہاب الدین رضوی، اسلامک ریسرچ سینٹر بریلی شریف

امین شریعت نمبر، مولانا محمد اشرف رضا قادری، امین شریعت اکیڈمی، بریلی شریف

حقیر فقیر

گدائے حضور تاج الشریعہ

انیس عالم سیوانی لکھنؤ

محررہ ۸/ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ

مطابق ۲۴/جولائی ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنے رب کا نام لے کر کر رہا ہوں ابتدا
دست قدرت سے اسی نے سب کو ہے پیدا کیا

لفظ کن سے اس نے بخشا سارے عالم کو وجود
اسکے پیارے مصطفیٰ خیر الوریٰ پر ہو درود

مالک ومولیٰ ہے وہ ہرچیز کا خالق ہے وہ
قادرو قیوم ہے رحمٰن ہے رازق ہے وہ

بس اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے موت وحیات
قابلِ تعریف ہے ذاتِ خدائے کائنات

شان ہے اس کی بڑی، وہ پاک ہے بے عیب ہے
ایک ہے بے مثل ہے، وہ عالم ہر غیب ہے

اس نے اپنے فضل سے ایسا نبی ہم کو دیا
پوری خلقت میں نہیں ہے ویسا کوئی دوسرا

وہ امام الانبیا ہیں عرش کے مہمان ہیں
خلق میں سرکار ہی بعد از خدا ذیشان ہیں

ہے رفعنا سے یہ ظاہر، صاحبِ رفعت ہیں وہ
بالیقیں سارے جہاں کے واسطے رحمت ہیں وہ

بالیقیں تخلیق عالم ان کی ہی خاطر ہوئی
خلد کی ضامن ہے ان کی اتباع و پیروی

وہ نہیں ہوتے تو پھر ہوتے کہاں یہ دن یہ رات
ذاتِ محبوبِ خدا بے شک ہے روحِ کائنات

اُن کے دامانِ کرم سے جو بھی وابستہ ہوا
حیثیت اس کی بڑھی وہ صاحبِ رتبہ ہوا

پوری دنیا میں فدایانِ نبی موجود ہیں
پیارے آقا، کعبۂ دل، قبلۂ مقصود ہیں

ہند میں بھی اک سے اک ہیں عاشقِ خیرالوریٰ
جن کا پرچم آج ہے دل کی فصیلوں پر گڑا

ان میں ہی احمد رضا خاں قادری کا نام ہے
عظمتوں کا جن کی قائل، عالمِ اسلام ہے

ان کو بخشا ہے بڑوں نے اعلیٰ حضرت کا خطاب
ان کا دینی کارنامہ ہے نہایت لاجواب

اعلی حضرت سیدی احمد رضا خاں قادری
ہیں مجدد چودہویں ہجری کے بیشک عبقری

عیسوی اٹھّارہ سو چھپّن ولادت کا ہے سن
روز یکشنبہ ہوئے دنیا میں وہ جلوہ فگن

ان کا گھر ان کا گھرانہ ان کے سب اہل وعیال
جلوہ افگن ہیں بریلی میں بفضلِ ذوالجلال

بالیقیں شہر ِبریلی عاشقوں کا شہر ہے
فخر ِملک ہند ہی کیا وہ تو فخرِ دہر ہے

اعلی حضرت کے ہیں والد ''شاہ علامہ نقی''
جن کے علم وفضل کا چلتا ہے سکہ آج بھی

اعلی حضرت کے ہیں منجھلے بھائی علامہ حسن
جن کو کہتا ہے زمانہ آج استاد زمن

حضرت ِحسنین استاد زمن کے ہیں ولد
صاحبانِ فضل میں ہے ذات جن کی مستند

اب ادب سے جارہا ہوں کرنے جن کا تذکرہ
اُن کی ہی سیرت نگاری اصل مقصد ہے مرا

آپ استادزمن قبلہ کے ہی دلبند ہیں
حضرتِ حسنین کے سب سے بڑے فرزند ہیں

ان کے ذکر پاک سے ملتا دلوں کو چین ہے
نام نامی ان کا پیارا ''حضرتِ سبطین'' ہے

ہمشبیہِ مفتیٔ اعظم لقب ان کو ملا
خاندانِ رضویت میں ہے الگ ہی مرتبہ

ان کی شانِ قائدانہ کا ہے سب کو اعتراف
نجدیت میں ان کے تیور سے ہوا پیدا شگاف

اس میں کوئی شک نہیں اک قائدِ بیباک تھے
صاحبِ ہوش وخرد اور صاحبِ ادراک تھے

وہ شریعت کے امیں اور پاسبانِ دین تھے
جلوۂ کردار میں رشک مہ و پروین تھے

ان کو خلّاق دوعالم نے بنایا تھا ذہین
سر سے پا تک وہ نظر آتے تھے حد درجہ حسین

ان کی فطرت میں نمایاں سنیت کا درد تھا
ان کے سینے میں جو دل تھا وہ بہت ہمدرد تھا

جائے پیدائش ہے ان کی بھی وہی سوداگران
ہے جہاں آباد علامہ نقی کا خاندان

ہے جمادی الثانی تیرہ کو ولادت آپ کی
ہجری تیرہ سو چھیالیس آپ نے خود ہی لکھی

پوچھنا کیا ہے رضا کی خاندانی شان کا
آج بھی مرجع یہی ہے اہل ہندوستان کا

خاندانِ رضویہ کی اک الگ پہچان ہے
ملک بھر میں اب بھی اس کی امتیازی شان ہے

اب بھی ہیں موجود اس میں علم والی ہستیاں
ہوگئیں آباد جن سے علم و فن کی بستیاں

حضرت سِبطینِ ملت ایسے گھر کے فرد ہیں
حاملِ جود و سخا ہیں، باغِ فن کے وَرد ہیں

علم وحکمت کی فضا میں پرورش ان کی ہوئی
مہرباں ان پر رہا ہرلمحہ فضل ایزدی

تھا نمایاں عہدِ طفلی سے ہی پیشانی پہ نور
تیز تھا اُس دور میں بھی طائرِ عقل و شعور

علم وعرفاں کے سبب گھر کی فضا تھی خوشگوار
باپ دادا سب کے سب تھے علم وفن کے تاجدار

سوچئے ایسی فضا میں جس کی ہوگی پرورش
کیوں نہ اس کی ذات میں موجود ہو آخر کشش

ان کی بسم اللہ خوانی بھی ہوئی تھی شان سے
گھر کی رونق ہی الگ تھی آمدِ مہمان سے

رسم بسم اللہ خوانی کا بھی منظر خوب تھا
چھوٹے دادا جان نے یہ رسم فرمائی ادا

دورِ طفلی میں ہی شوق علم تھا ان میں جوان
دیکھ کر یہ شوق خوش ہوتے تھے اہل خاندان

اکبری مسجد پرانے شہر میں واقع جو تھی
ابتدا تعلیم کی باضابطہ اس میں ہوئی

بعد اس کے مظہر اسلام میں داخل ہوئے
پھر نہ اک پل بھی حصولِ علم سے غافل ہوئے

آپ نے بیحد توجہ دی حصول علم پر
تھی روایت ہرگھڑی اجداد کی پیش نظر

مظہر اسلام ہے جو منفرد اک درسگاہ
جس پہ پورے ملک کی ہروقت رہتی ہے نگاہ

اکتسابِ علم محنت سے وہیں کرتے رہے
فیضِ عرفاں دامنِ افکار میں بھرتے رہے

خوب محنت سے پڑھا درس نظامی آپ نے
یعنی اس رہ میں دکھائی تیزگامی آپ نے

جن سے جن سے آپ نے تحصیل علم دین کی
ان میں ہیں صدرالشریعہ حضرتِ امجد علی

حضرتِ سردار احمد خاں محدث بے مثال
اُن سے بھی حاصل کیا تھا آپ نے فضل وکمال

عبدہادی، حضرتِ شبیر بھی استاد ہیں
جن سے شہرِ علم کتنے آج بھی آباد ہیں

قاضی شمس الدین احمد جعفری سے بھی پڑھا
ہیں وقارالدین بھی استادِ مشفق با صفا

حضرتِ عبدالحفیظ و حضرتِ عبدالروف
لوح دل پر نقش دونوں نے کیئے روشن حروف

مولیٰ ان کی تربتوں پر بارش رحمت کرے
حشر تک فیضان ان کا جاری وساری رہے

حضرت ِسبطین ملت کے یہ سب استاد ہیں
ان کی خدماتِ جلیلہ قابل صد داد ہیں

ایسی اعلیٰ بارگاہوں سے ہوئے ہیں فیض یاب
کیوں نہ ہوں پھر حضرتِ سبطینِ ملت کامیاب

تربیت میں کچھ کسر چھوڑی نہ مشفق باپ نے
مفتیٔ اعظم سے بھی فیضان پایا آپ نے

مفتیٔ اعظم سے تو بچپن میں ہی بیعت ہوئے
سوچیۓ سبطین ملت کتنے خوش قسمت ہوئے

دی اجازت مفتئ اعظم نے تعویذات کی
بعد میں اپنی خلافت بھی انہوں نے بخش دی

یہ سعادت سب کے حصے میں کہاں آتی جناب !
سب کہاں ہوتے ہیں اِس طرز کرم سے فیضیاب

ہیں یہ ساری بارگاہیں علم کی آماجگاہ
فیض پائے ہیں جہاں سے صاحبانِ خانقاہ

ملّتِ اسلامیہ کو ان پہ اب بھی ناز ہے
عبقری ہستی ہے ان کی شخصیت ممتاز ہے

کردیا ان نسبتوں نے محترم سبطین کو
ان سے ہی حاصل ہوئے فیض وکرم سبطین کو

جو بڑوں سے فیض پاتا ہے وہ ہوتا ہے بڑا
میں نہیں کہتا بزرگوں کا ہے فرمایا ہوا

ایسی ایسی بارگاہوں سے ہوئی ہے تربیت
اس لئے سبطین کی نکھری ہوئی ہے شخصیت

خاندانی جاہ وحشمت تھی وراثت میں ملی
تھی طبیعت سے نمایاں انکساری،سادگی

فکر میں سنجیدگی تھی اور سادہ تھا مزاج
مسکراہٹ سے ہراک غم کا کیا کرتے علاج

رنگ گورا، قدمیانہ اور پیشانی پہ نور
چہرۂ اقدس سے تھا حسن ولطافت کا ظہور

تَمکِنت لہجے میں تھی اور چاشنی گفتار میں
سنت خیر البشر کی تھی جھلک کردار میں

گفتگو میں آپ کی رہتا تھا حد درجہ اثر
مطمئن ہوتا تھا جس کو سن کے ہرفردِ بشر

ہر قدم پر کرتے رہتے تھے شریعت کا خیال
اور طریقت کا بھی چہرے سے نمایاں تھا جمال

فکر وفن کی چاک چادر کو رفو کرتے رہے
بارشِ انوار ورحمت میں وضو کرتے رہے

سچ ہے ان کے پاس تھا کردار سازی کا ہنر
درمیانِ اہل سنت اس لئے ہیں معتبر

آپ کی ہستی سراپا پیکرِ اخلاص ہے
خوبیوں میں یہ بھی خوبی انتہائی خاص ہے

بالیقیں احقاقِ حق میں آپ بیحد تھے جری
یہ سعادت بھی تھی اجدادِ مکرّم سے ملی

حق پرستوں کی طرح تھا آپ کا ہر رکھ رکھاؤ
باخدا باطل پرستوں کو نہیں دیتے تھے بھاؤ

باغیوں کے گھر نہیں کی میہمانی آپ نے
زندگی بھر کی رضا کی ترجمانی آپ نے

آپ کی تحریک سے عزم جواں روشن ہوا
واقعی علم وادب کا اک جہاں روشن ہوا

مشعلِ راہِ ہدایت آپ کی ہستی ہوئی
چارسو آباد علم وفضل کی بستی ہوئی

آپ نے چھوڑے ہیں دنیا میں جو تابندہ اصول
اہل حق جمنے نہ دیں گے بے حسی کی اس پہ دھول

دین وملت مسلک ومشرب کے تھے خدمت گزار
آپ کا ہے اس لئے پاکانِ امت میں شمار

مفتیٔ اعظم نے باندھا تھا عمامہ آپ کا
کیوں نہ ہوگا منفرد ہرکارنامہ آپ کا

آپ کے تذکار سے روشن نہ ہوں کیونکر دماغ
جبکہ ہیں احمد رضا کے خانوادے کے چراغ

فکر میں تابندگی آئی نبی کے ذکر سے
روشنی ملتی رہی احمد رضا کی فکر سے

اس لئے اہلِ عقیدت میں پذیرائی ہوئی
باأثر افراد ملت سے شناسائی ہوئی

آپ کے افکار میں تنویر ہی تنویر تھی
آپ کی ہر ہر ادائے زیست پرُ تاثیر تھی

دل کی دنیا فتح کرلیتے تھے وہ کردار سے
کاٹتے تھے ظلم کو اخلاق کی تلوار سے

تھی نمایاں آپ میں خود اعتمادی کی جھلک
گفتگو سے بھی نکلتی تھی صداقت کی مہک

گفتگو سے پھوٹتے تھے لذتوں کے آبشار
اور اندازِ سخن گوئی میں ہوتا تھا وقار

چاہنے والوں سے ملتے تھے بڑے اخلاق سے
پیچھے ہٹتے ہی نہیں تھے راہِ استحقاق سے

سادگی فطرت میں اور انداز بیحد پُرکشش
سارے معمولات میں اسلاف کی ہوتی روش

دعوت وتبلیغ کی خدمت بہت محبوب تھی
حق کی ترویج و اشاعت ہی انہیں مرغوب تھی

تھا لب ولہجہ نرالا آپ کی تقریر کا
حوصلہ رکھتے تھے دل میں فکر کی تعمیر کا

نام کا بھی تھا نہیں قول وعمل میں کچھ تضاد
باغیانِ دین سے کرتے نہیں تھے اتحاد

بَربَط ہستی کا ان کے، ساز ہی کچھ اور تھا
دعوت و ارشاد کا انداز ہی کچھ اور تھا

حجۃ الاسلام کے جیسا تھا ان کا بھی مزاج
اس لئے اقلیم دل پہ شان سے کرتے تھے راج

قلب کے ایوان میں پاکیزگی کا نور تھا
ذکر حق، یادِ مدینہ آپ کا دستور تھا

جلوۂ کردار، علامہ حسن کا آئنہ
شان و شوکت میں تھے استاد زمن کا آئنہ

محفلِ میلاد میں تقریر بھی کرتے تھے وہ
برملا آیات کی تفسیر بھی کرتے تھے وہ

ہرادا سے سادگی کا ہوتا رہتا تھا ظہور
لمحہ لمحہ بانٹتے رہتے تھے بس کیف وسرور

دین کی تبلیغ ہی تھا ان کا منشورِ حیات
وقف تھی ملت کی خدمت کے لئے حضرت کی ذات

سامنے رکھتے امام احمد رضا خاں کا مشن
اس کی ترویج و اشاعت کے لئے کرتے جتن

دشمنانِ دین سے ہرگز نہ سمجھوتہ کیا
دوستی رکھی نہ ان سے کوئی بھی رشتہ کیا

کرگئے تعمیر فکروآگہی کا اِک محل
کیوں نہ ایسا ہوکہ تھے معمار بھی تو بے بدل

پیکرِ ایثار تھی ان کی مکمل زندگی
آیتِ قرآن سے سیکھا اصولِ بندگی

رکھ کے صحرا میں قدم رشکِ گلستاں کردیا
آپ نے کانکیر کو جنت بداماں کردیا

جس علاقے پہ پڑی ان کی نگاہِ انتخاب
ہرطرف مہکا دیا عشق وعقیدت کا گلاب

مفتیٔ اعظم کی ہی گویا وہ اک تصویر تھے
حسن کی توضیح، حرفِ عشق کی تفسیر تھے

جس علاقے میں گئے رحمت کی بارش ہوگئی
حاسدینِ وقت کی ناکام سازش ہوگئی

ان کے قدموں کی ہی برکت کا اثر کہیے اِسے
گوشے گوشے ہیں جو نورانی ہوئے کانکیر کے

جب ہوئی کانکیر کی دھرتی پہ آمد آپ کی
اس سے پہلے اس علاقے کی فضا گمبھیر تھی

اعتقادی فکر کا پہلو بھی کچھ کمزور تھا
اس میں بھی فکررضا کا قمقمہ روشن کیا

علمِ دیں کی اہمیت سمجھائی اچھے طور سے
لوگ باتیں آپ کی سنتے تھے بیحد غور سے

راہ میں دشواریاں بھی کچھ نہ کچھ حائل ہوئیں
ہاں مگر اکثر نگاہیں آپ پر مائل ہوئیں

مسلکِ احمدرضا کی خوب تر تبلیغ کی
سنتِ سرکار پر چلنے کی بھی تعلیم دی

آپ کی تبلیغ کا روشن نشاں بنتا گیا
'' لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا''

تختِ شاہی اور نہ دنیاوی خزینے کی طرف
رخ سبھی کا پھیر دیتے تھے مدینے کی طرف

دل کی آنکھوں سے اے میرے یار! وہ تاریخ پڑھ
کس کے جلوؤں سے منور ہوگیا چھتیس گڑھ

دل کا درگاہِ بریلی سے کنکشن کردیا
بدعقیدوں کا مکمل آپریشن کردیا

سہمی سہمی سی نظر آتی ہے ساری نجدیت
حضرتِ سبطینِ ملت نے بتادی حیثیت

اعلی حضرت کا مکمل فیض جاری ہوگیا
نجد کے ایوان تک اک خوف طاری ہوگیا

بارگاہِ اعلی حضرت سے ہوا تمغہ نصیب
حضرتِ سبطینِ ملت بن گئے دل کے طبیب

آپ سے ایم پی کا خطہ خطہ روشن ہوگیا
قلب ، عشق اعلیحضرت سے مزین ہوگیا

عالم اسلام میں عزت ملی شہرت ملی
بارگاہ ایزدی سے یہ بڑی دولت ملی

اہلِ دل اہلِ نظر نے آپ کو اپنا کہا
اہل سنت کے مشائخ دیتے تھے ان کو دعا

لوگ رضوی سلسلہ میں آپ سے بیعت ہوئے
بے شمار افراد اس نسبت سے خوش قسمت ہوئے

ہر طرف عشقِ رضا کا سلسلہ بڑھتا گیا
فیضِ استادِ زمن کا دائرہ بڑھتا گیا

آپ کا جس گاؤں جس بستی میں ہوجاتا قیام
چاہنے والوں کا ہوجاتا وہاں پر اِژدہام

جلد بازی میں کبھی بھی آپ نے بیعت نہ کی
پہلے اصلاحِ عقائد کے لئے کرتے سعی

عام ہو یا خاص دیتے سب کو تعلیم نماز
فرض وواجب کی طرف تھا خاص ان کا ارتکاز

قلب نورانی ہوا غارِ حرا کے نور سے
لوگ ان سے فیض لینے چل کے آتے دور سے

دورۂ تبلیغ میں وہ عاشقِ شاہِ حجاز
مسجدوں میں ہی جماعت سے ادا کرتے نماز

ہرادا تھی سنتِ احمد کے سانچے میں ڈھلی
دید سے کھلتی تھی صحنِ قلب میں تازہ کلی

عشق کے ماحول میں جینے کے بس عادی تھے وہ
مہکی مہکی عشق کی پُر کیف سی وادی تھے وہ

بالیقیں اسلاف کے تھے سچّے پکّے جانشیں
مظہرِ حسنین اور فکرِ رضا کے تھے امیں

خاندانی قدروشان وجاہ کے مالک تھے وہ
اور منہاجِ طریقت کے بھی اک سالک تھے وہ

اہلِ فن کی قدر کرتے تھے باندازِ دگر
ان سے سیکھیں اہل عالم قدردانی کا ہنر

طالبانِ دینیہ سے پیار کرتے تھے سدا
پیسے دے کر بھی بڑھاتے رہتے ان کا حوصلہ

کرتے رہتے تھے غریبوں کی اعانت دم بہ دم
مفلسوں پر خوب برسا ان کا بارانِ کرم

دنیا دیکھے حضرتِ سبطین کی کیا شان ہے
میرا دل میرا جگر اس ذات پر قربان ہے

اب تو آسانی سے مل سکتے نہیں ہیں ایسے لوگ
دھیرے دھیرے جا رہے ہیں اس جہاں سے اچھے لوگ

حضرتِ سبطین کا ہے ایسے لوگوں میں شمار
جن پہ اچھے اچھے لوگوں نے کیا ہے اعتبار

سیرتِ شاہِ عرب پیشِ نظر رکھتا ہے وہ
میں سمجھتا ہوں بہت اچھا بہت اچھا ہے وہ

حضرتِ سبطینِ ملت کی مقدس زندگی
سنتِ سرکار کے سانچے میں بالکل تھی ڈھلی

وہ شریعت کے حقیقت میں بڑے پابند تھے
حوصلہ مضبوط تھا ان کا وہ جراتمند تھے

کبر و نخوت بغض وکینہ اور حسد سے دور تھے
کیونکہ وہ تو خدمتِ اسلام پر مامور تھے

اچھے لوگوں کی زمانے میں یہی پہچان ہے
اس لئے تو ہرکوئی سبطین پر قربان ہے

دیکھئے کتنے بڑے گھر کے وہ فرد خاص تھے
پھر بھی وہ فیاض دل تھے منبعِ اخلاص تھے

مشفقانہ شان ان کی قابلِ تقلید ہے
ان کا ہر اک رنگ ہستی لائقِ تائید ہے

ان کی پیشانی سے بھی ظاہر تھا تقویٰ کا جمال
اور تہذیب وشرافت میں بھی رکھتے تھے کمال

نائبینِ مصطفیٰ کا دل سے کرتے احترام
عالموں کا ایک عالم ہی سمجھتا ہے مقام

عزت افزائی میں عالم کی نہ کرتے تھے کمی
جانتے تھے عالموں کی شانِ علم و آگہی

ذکر جب ہوتا کہیں پر فاطمہ کی آل کا
چہرہ کھل جاتا تھا استاد زمن کے لال کا

ان کو بھی حاصل کئی نسبت کے اعزازات تھے
حضرتِ سبطینِ ملت عاشقِ سادات تھے

سیدوں سے اعلیٰ حضرت کی جو تھی وابستگی
خانوادے میں نہ آتی کیسے اس کی روشنی

جو رضا نے ہے دیا تعظیمِ سید کا مزاج
تھے مرے سبطین ملت اس کا حسنِ امتزاج

اعلیٰ حضرت سے ملا تھا یہ سلیقہ یہ شعور
کیوں نہ قلب پاک میں موجود ہو نسبت کا نور

نسبتوں کے ہی توسل فکر میں آئی بہار
دل کا گلشن مصطفیٰ کی یاد سے تھا لالہ زار

دل میں یادِ سرورِ دیں کی تجلّی تھی بھری
اس لئے شاخِ عقیدت تھی نہایت ہی ہری

گنبدِ خضریٰ کی یادوں سے منور تھی حیات
کیفیت موجود ہوتی چاہے دن ہو چاہے رات

فرقتِ طیبہ میں رہتے تھے ہمیشہ اشک بار
ذکرِ سرکارِ مدینہ سے ہی پاتے تھے قرار

پایا ہے چھ مرتبہ حج وزیارت کا شرف
واپسی کے بعد بھی دل رہتا طیبہ کی طرف

ان کے سینے میں بسا تھا عشقِ سلطانِ زمن
اس لئے تھے ضوفشاں وہ اس لئے تھے ضوفگن

ذہن، نورِ باطنی سے واقعی سرشار تھا
قلب تو پورا اسیرِ گیسوئے خمدار تھا

جب بھی چلتی مصطفےٰ کے شہرِ نورانی کی بات
قابلِ دیدار ہوتی ان کی طرزِ کیفیات

وہ جہاں تشریف لے جاتے وہاں آتی بہار
ساتھ میں روحانیت بھی ان کے ،ہوتی جلوہ بار

جو بھی آجاتا پڑھاتے دینداری کا سبق
ہے کتابِ زیست کا مہکا ہوا ہر ہر ورق

خوب استحکام بخشا سنیت کو آپ نے
دیں نئ جہتیں نوائے رضویت کو آپ نے

دیں کی خاطر مستقل رہتے تھے سرگرم ِعمل
چاہے جیسا مسئلہ ہو آپ کردیتے تھے حل

ذہن میں کرتے تھے اسلامی تصور کو بحال
آپ کے افکار میں موجود تھا سوزِ بلال

سچّے پابندِ شریعت سچّے پابندِ اصول
دیکھ کر دشواریاں ہوتے نہیں تھے وہ ملول

فتنہ انگیزوں کی ہرسازش سے رہتے باخبر
ہر محاذِ زندگی پر آپ ٹھہرے مفتخر

آپ کے حصے میں آئی دولتِ فضل وکمال
کیوں نہ خدماتِ جلیلہ آپ کی ہوں بے مثال

آ کے اہلِ علم ودانش کرتے رہتے مشورے
حکمت وتدبیر کے گہرے سمندر آپ تھے

آپ کی ہر بات ہوتی تھی مکمل اک سند
حلقۂ اہلِ خرد میں بھی بہت تھے معتمد

دل سے کرتے تھے مشائخ اور اکابر کا ادب
اور چھوٹوں کی پذیرائی کا بھی رکھتے تھے ڈھب

بن کے اک سچے غلامِ سید عالی رہے
کبرو نخوت سے مکمل طور پر خالی رہے

قادریہ سلسلہ کی آپ نے تعلیم دی
ذہن کو روشن کیا اور قوتِ تفہیم دی

وہ تو اک سچے فقیرِ کوچۂ بغداد تھے
اس لئے عہدِ خزاں میں بھی سدا آباد تھے

حضرتِ سبطینِ ملت ایک سچے پیر تھے
اعلی حضرت کے تفقہ کی حسیں تفسیر تھے

پورے ہندوستان میں ہیں آپ کے پھیلے مرید
اپنے ہمعصروں میں بیشک آپ ہیں فردِ فرید

آپ کی نسبت سے کتنے لوگ اچھے ہوگئے
قوتِ ایماں بڑھی اور دل کے سچے ہوگئے

درجنوں دینی مدارس آپ نے قائم کئے
جن سے روشن ہیں ہزاروں آج بھی فن کے دیے

اُنس تھا حد سے زیادہ سنیت کے کام سے
کس نے دیکھا آپ کو بیٹھے ہوئے آرام سے

چاہتے تھے علم کا ہر سمت ہو روشن چراغ
تاکہ نسلوں کا منور ہوسکے ذہن و دماغ

کوششِ اصلاح سے ہرگز نہ وہ پیچھے ہٹے
دعوت وارشاد میں تا عمر سرگرداں رہے

دیکھنے میں ہی نظر آتے رفیع المرتبت
ہرطرح سے آپ کی سلجھی ہوئی تھی شخصیت

اپنے والد کی نیابت کا ادا حق کر گئے
وادیٔ افکار میں چاہت کی خوشبو بھر گئے

مذہبی، ملّی فریضہ بھی ادا کرتے رہے
عام، پیغامِ امام احمد رضا کرتے رہے

قائدانہ طنطنہ بھی آپ میں موجود تھا
قوم کو بیدار کرنا آپ کا مقصود تھا

ہر گھڑی رکھتے نظر اپنے مقاصد کی طرف
اتنی فرصت تھی کہاں دیکھیں وہ حاسد کی طرف

بدعقیدوں کے لئے رکھتے تھے وہ لہجہ شدید
نور افکارِ بریلی سے ہی کرتے تھے کشید

کاٹتے تھے وہ بڑی تدبیر سے تارِ جمود
ان کے اندر کچھ نہیں تھی خواہشِ نام ونمود

کرکے وہ کانکیر میں عرسِ رضا کا انعقاد
جا بجا مضبوط کرتے رہتے ڈورِ اعتقاد

تیشۂ کردار سے وہ توڑ دیتے تھے غرور
حاسدوں کے ذہن و دل سے ختم کرتے تھے فتور

میں نے دیکھا ہے نہایت صابرو شاکر تھے وہ
عزم واستقلال کے میدان میں ماہر تھے وہ

سنیت کا کام کرتے تھے بڑی تدبیر سے
اُن کو مطلب ہی نہیں تھا شہرت وتشہیر سے

بزمِ میلادالنبی کا جب بھی ہوتا اہتمام
آپ پڑھتے اور سنتے تھے بزرگوں کا کلام

آپ میں موجود تھا مدحت نگاری کا ہنر
نعتیہ اشعار لکھتے تھے بہت ہی سوچ کر

شاعری کی صنف میں بیحد مہارت تھی انہیں
حضرتِ حسان سے سچی محبت تھی انہیں

خوب آتا تھا انہیں بھی قافیہ سازی کا ڈھنگ
فکر استاد زمن کا خوب تھا حضرت میں رنگ

ان کے بھی شعر و سخن پر کام ہونا چاہیے
ان کا فیضانِ سخن بھی عام ہوناچاہیے

تا کہ ظاہر ہو عوام الناس پر شعری مقام
مستفیدان کے ادب پاروں سے ہوں سب خاص و عام

ہر طرف عشقِ رضا کا بول بالا کر دیا
آپ کے جلووں نے محفل میں اجالا کر دیا

باغِ علم و فضل کے لہجہ طراز اک عندلیب
حضرتِ سبطینِ ملت تھے جماعت کے نقیب

طلعت حسنِ عمل سے روشنی بڑھتی گئی
جس طرف نکلے فضا کی دلکشی بڑھتی گئی

دے کے سارے چاہنے والوں کو فکرِ آخرت
دل میں روشن کر گئے سب کے چراغِ معرفت

آپ نے ہر دم کتابِ عشق کی تشریح کی
جانفشانی سے بُری عادات کی تصحیح کی

کرتے اصلاحِ عمل اسلامی تعلیمات سے
روکتے سب کو ہمیشہ کارِ نقصانات سے

کرتے رہتے تھے ہمیشہ ہی مدد مجبور کی
مفلسوں کی بھی اعانت آپ نے بھرپور کی

حوصلے کے ساتھ جینے کی وہ کرتے التماس
آپ کی ہر بات میں ہوتی تھی حددرجہ مٹھاس

بدعقیدوں سے نہیں کرتے کبھی بھی مِل ملاپ
حق بیانی،حق پسندی کے حسیں پیکر تھے آپ

علمی فکری شان و شوکت آپ میں موجود تھی
آپ کی تقریر دشمن کے لئے بارود تھی

ہرطرف روشن کیا رشدوہدایت کا چراغ
تاکہ مدھم ہو نہ فکرِ اعلی حضرت کا چراغ

ملّی ذمے داریاں دل سے نبھائیں آپ نے
اس لئے تو عزتیں بھی خوب پائیں آپ نے

مفتیٔ اعظم نے بخشی جو امانت آپ کو
اس امانت سے ملا تاجِ کرامت آپ کو

آشنا تھے آپ صبر وضبط کے مفہوم سے
یہ اثاثہ بھی تو پایا تھا جدِ مرحوم سے

تھا بڑا اجداد کی تعلیم کا گہرا اثر
سیرت والد ہمیشہ ہی رہی پیشِ نظر

وہ ہر اک اہلِ وفا کی بزم میں مقبول تھے
آخر ایسا کیوں نہ ہو باغِ رضا کے پھول تھے

آستانے پر رضا کے جب بھی دیتے حاضری
خود بخود آنکھوں سے جاری ہوتی اشکوں کی لڑی

ملّتِ اسلامیہ کے حق میں کرتے تھے دعا
خوب دلجمعی سے کرتے تھے ہمیشہ فاتحہ

محفلوں میں جب کھڑے ہوکر پڑھا کرتے سلام
اہلِ محفل لذتوں سے ہوتے رہتے شاد کام

محفلِ میلاد میں تشریف لاتے جب کبھی
آپ کے دیدار سے ہی جھوم جاتے تھے سبھی

باادب پڑھتا کوئی جب نعتِ محبوبِ خدا
داد دے کر وہ بڑھاتے رہتے اس کا حوصلہ

حوصلہ افزائی کرتے تھے انوکھے طور سے
نعت اور تقریر سنتے تھے نہایت غور سے

سرپرستی مذہبی اجلاس کی کرتے تھے وہ
ذہن کی وادی میں برکاتِ سخن بھرتے تھے وہ

سرپرستی اور صدارت ان کی ہوتی لاجواب
ان کی آمد سے ہی ہوجاتا تھا جلسہ کامیاب

مذہبی جلسوں کے مقصد پر وہ رکھتے تھے نظر
ان کی خواہش تھی پھلے پھولے شریعت کا شجر

قہقہہ آمیز تقریروں کا رد کرتے تھے وہ
کرتا جو اصلاح بس اس کی مدد کرتے تھے وہ

دینی جلسوں کے تقدس کا بھی رکھتے تھے خیال
ان کا اندازِ قیادت تھا نہایت بے مثال

ان کی آمد مذہبی اجلاس میں ہوتی تھی جب
جھومنے لگتے تھے عالم اور سامع سب کے سب

پھوٹتی تھی روشنی اس ذات پُرتاثیر سے
گونج اٹھتی تھیں فضائیں نعرۂ تکبیر سے

شخصیت سازی کے فن میں تھی مہارت آپ کو
قائدینِ دین و ملت سے تھی الفت آپ کو

زندگی بھر مسلکِ حق کے نمائندہ رہے
بزمِ دانش میں جبھی تو اتنے تابندہ رہے

دین کے سوداگروں سے آپ کو تکلیف تھی
ایسے گمراہوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے کبھی

جو بھی کرتا ہے وفاداری شہِ کونین سے
فیض پائے گا وہی بس حضرتِ سبطین سے

ان کی شِریانوں میں استادِ زمن کا خون تھا
اس لئے نوکِ قلم پر عشق کا مضمون تھا

مسلکِ احمد رضا کو آپ نے بخشی ہے اوج
دین وملت کے تحفظ کے لئے چھوڑی ہے فوج

سرورِ دیں کے غلاموں کا تشخص ہے یہی
عشقِ احمد کو سمجھتے ہیں متاعِ اخروی

ہیں نبی کے عشق سے سبطینِ ملت بہرہ ور
اس لئے ٹھہرے ہیں اپنے عہد کے اک تاجور

دینِ حق کی سربلندی بس انہیں درکار ہے
حضرتِ سبطینِ ملت کی بڑی سرکار ہے

ایسے مخلص کی ضرورت کم کبھی ہوتی نہیں
اس کی شمع آگہی مدھم کبھی ہوتی نہیں

عشقِ سرور سے منور ہے شبستانِ حیات
اس لئے تو محترم سبطینِ ملت کی ہے ذات

ہے مرے سبطین کی کتنی انوکھی زندگی
اہل ملت کی نظر میں ہے یہ اچھی زندگی

ختم ہوسکتا نہیں ان کا کبھی نام و نشاں
کیونکہ ہیں سبطین مداحِ شہنشاہِ جہاں

عشق سے مملو ہوا سبطینِ ملت کا مزاج
سرفرازی کا انہیں حاصل نہ ہو پھر کیسے تاج

درسگاہِ علم وفن ہو یا عمل کی خانقاہ
ہیں مرے سبطینِ ملت تاج والے بادشاہ

مجلسِ علم و ادب میں ان کا اونچا ہے مقام
ساری دنیا کررہی ہے آج ان کا احترام

صحنِ دل میں جذبۂ دینی جو ہے جلوہ فگن
ہے خصوصی طور پر یہ فیضِ استاد زمن

شادماں ہیں حضرتِ سبطین والے ہرطرف
کیوں کہ حضرت کی عطا کے ہیں اجالے ہرطرف

جیسے خواجہ آئے تو اجمیر روشن ہوگیا
بس یونہی سبطین سے کانکیر روشن ہوگیا

سوچتا ہوں حضرتِ سبطین کو کیا کیا لکھوں
سب سے بہتر ہے فقیرِ کوچۂ طیبہ لکھوں

مسندِ تدریس ہو یا محفلِ شعروسخن
آج بھی پھیلے ہیں جلوے انجمن در انجمن

آپ میں افراد سازی کا سلیقہ خوب تھا
قلب کو معمور کرنا مشغلہ محبوب تھا

رابطے میں آپ سے رہتے تھے اصحابِ علوم
ان کے در پہ عاشقوں کا رہتا تھا ہر دم ہجوم

حجرۂ اقدس کی بھی رہتی تھی روحانی فضا
اور مصلّٰی عطر میں لگتا تھا ہے ڈوبا ہوا

آپ اپنے عہد کے اک قافلہ سالار تھے
یعنی یکتائے زمانہ قوم کے معمار تھے

بالیقیں اک اعلیٰ درجہ کے مدبر بھی ہوئے
شیخِ کامل، پیرِ برحق اور مفکر بھی ہوئے

میں نے گیارہ سال تک دیکھے ہیں ان کے روز وشب
ان کو پایا اک وفادارِ شہنشاہِ عرب

ان کی ذاتِ پاک سے جس کو بھی نسبت ہوگئی
اعلیٰ سے اعلیٰ تر اُس کی قدروقیمت ہوگئی

میرے جیسے کتنے اس در سے ہوئے ہیں فیضیاب
فضلِ رب سے آج ہیں وہ سب کے سب ہی کامیاب

ان کا اندازِ نوازش میں نے دیکھا ہے جدا
سائلوں کو دیکھ کر ہوتے نہیں تھے وہ خفا

سوچتے ہیں کس طرح مدحت کریں ان کی رقم
حقِّ مدحت تو ادا کر پائیں گے اہلِ قلم

ہے ہمارے پاس جو کچھ بھی ،انہیں کی ہے عطا
کس طرح ان کی عنایت کا کریں ہم شکریہ

حضرتِ سبطینِ ملت ہی کی ہے نگہِ کرم
ہے ہمارے پاس جو سرمایۂ فکروقلم

آخری ایام کا سن لیجئے اک واقعہ
میں نے اپنے مرشد ِ برحق سے یہ جاکر کہا

مجھ کو گھر جانا ہے جانے کی اجازت دیجئے
اپنے خادم پر مرے مرشد عنایت کیجئے

اتنا سن کر حضرتِ والا نے کی مجھ پر نظر
اور فرمانے لگے مجھ سے بہ انداز دگر

آپ جائیں ، وقت جانے کا مرے بھی آ گیا
میں نے کچھ سمجھا نہیں حضرت نے فرمایا ہے کیا

اک عجب سی کیفیت دل پر مرے طاری ہوئی
ایسا حضرت نے تو فرمایا نہیں مجھ سے کبھی

پھر اجازت دے کے حضرت نے مجھے رخصت کیا
دست بوسی میں نے کی اور گھر کی جانب چل دیا

یادِ مرشد راستے میں آ رہی تھی بار بار
سوچ کر وہ باتیں آنکھیں ہو رہی تھیں اشک بار

بعدہ جاری ہوا آگے کا جب میرا سفر
دفعتاً گھنٹی بجی میرے مبائل فون پر

دیکھ کر نمبر مرا بڑھنے لگا کچھ اضطراب
یہ خبر پہونچی کہ حضرت کی طبیعت ہے خراب

بس خبر سنتے ہی میرا قلب رنجیدہ ہوا
اندر اندر گھر پہ آنے کا مجھے صدمہ ہوا

پھر دوبارہ کان میں پہونچی صدائے پُر ملال
حضرتِ سبطینِ ملت کرگئے ہیں انتقال

مجھ پہ کیا گذری بیاں میں اس کو کرسکتا نہیں
ایسا لگتا تھا نہیں ہے پاؤں کے نیچے زمیں

چودہ سو سینتیس ہجری اور محرم کا تھا ماہ
چل دیے دار البقا کی سمت وہ صد حیف ! آہ

بند کرکے آنکھ جب مرشد ہمارا سوگیا
کیا کہیں کتنا جماعت کا خسارہ ہوگیا

خاندان رضویت کا بجھ گیا تھا اک چراغ
اجڑا اجڑا سا نظر آتا تھا ذہن ودل کا باغ

ملک بھر سے چاہنے والوں کا اترا اژدحام
حضرت تاج الشریعہ تھے جنازے کے امام

وہ بریلی سے چلے تھے پھر بریلی آگئے
جستجو منزل کی تھی امروز منزل پاگئے

مرکے بھی مرتے نہیں شیدائے سلطان جہاں
باخدا مٹتے نہیں ان کی عقیدت کے نشاں

سنیت کی بزم میں اب بھی درخشندہ ہیں وہ
کل بھی زندہ تھے اے لوگو! آج بھی زندہ ہیں وہ

پورے ہندوستان میں اک شور برپا ہوگیا
ان کی رحلت سے جماعت کا خسارہ ہوگیا

فیس بک اور واٹس ایپ سے جب خبر جاری ہوئی
دنیا بھر میں رنج وغم کی کیفیت طاری ہوئی

میڈیا بھی جٹ گئی اس رنج کے اظہار میں
ان کی رحلت کی خبر شائع ہوئی اخبار میں

ان کے جانے سے ہوئی پوری جماعت سوگوار
تھی یقینا ذات ان کی لائقِ صدافتخار

مجھ کو ذاتی جو ہوا صدمہ بیاں کیسے کروں
دل کی ہے جو کیفیت اس کو عیاں کیسے کروں

میرے استاذ ومربی ہیں وہ میرے پیر ہیں
ان کی یادیں قلب کے قرطاس پر تحریر ہیں

واقعی مرشد ہیں میرے ہرطرح سے لاجواب
سنیت کے آفتاب اور رضویت کے ماہتاب

ان کی خدماتِ جلیلہ قابلِ تعریف ہیں
ان کے کردار وعمل بھی لائقِ توصیف ہیں

ان کی سیرت سے ہوئی ہے یہ حقیقت آشکار
ہستیٔ سبطینِ ملت ہے یقیناً بے غبار

واقعی تھا ان کے سر پر عظمت ورفعت کا تاج
اس لئے ارباب ملت پیش کرتے ہیں خراج

ایک سہ ماہی بھی ان کے نام سے جاری ہوا
اہلِ سنت کی نظر میں ہے جو معیاری ہوا

اہلِ فن ،اہلِ قلم نے بھی لکھی ان پر کتاب
ماہنامے اور بھی ان سے ہوئے کچھ انتساب

آخر ایسا کیوں نہ ہو وہ رضویت کی شان ہیں
وہ فروغِ رضویت کا دلنشیں عنوان ہیں

ایک نمبر میں نے بھی حضرت پہ ہے شائع کیا
کام یہ سلمانِ ملت کی قیادت میں ہوا

سیدی تاج الشریعہ نے سراہا ہے اُسے
وہ ہوا مسرور جس جس نے بھی دیکھا ہے اُسے

حضرتِ اختر رضا کے ہاتھ سے اجرا ہوا
اس کے حق میں آئی تحریرِ ضیاء المصطفیٰ

فضلِ مولیٰ سے بڑی اس کی پذیرائی ہوئی
اہلِ فن میں میری بھی اس سے شناسائی ہوئی

یہ تو میرے کام کا اک نقطۂ آغاز ہے
اس سے بھی آگے کا دل میں جذبۂ پرواز ہے

فیض مرشد گر رہا تو نام ہو ہی جائے گا
ان کی نسبت سے مرا بھی کام ہو ہی جائے گا

شاہزادوں نے بڑھایا گر ہمارا حوصلہ
ان شاءاللہ کام کا جاری رہے گا سلسلہ

میری کاوش کو اگر مرشد مرے کرلیں قبول
میں سمجھتا ہوں کہ ہوجائے مری محنت وصول

ایک عرصہ سے ہمارے دل میں بھی خواہش تھی یہ
اور کچھ احباب کی بھی مجھ سے فرمائش تھی یہ

خدمتِ سبطین کو منظوم کرنا ہے تمہیں
جو حقیقت ہے اسے مرقوم کرنا ہے تمہیں

آپ سمجھیں بس اُسی خواہش کا ہے یہ احترام
ہوگیا فیضِ رضا سے مرحلہ یہ بھی تمام

نظم میں ان کی سوانح میں نے ہے کیسی لکھی
فیصلہ اس کا کرے گا آنے والا وقت ہی

حرفِ دل قرطاس پر تحریر تو ہونا ہی تھا
خواب کو شرمندۂ تعبیر تو ہونا ہی تھا

یا الٰہی کر دعا اشرفؔ رضا کی یہ قبول
تربتِ سبطین پر کھلتے رہیں رحمت کے پھول

مصنف کا مختصر تعارف

پیشکش: مولانا افتخار احمد امجدی رضوی

نام: محمد اشرف رضا قادری

تخلص: اشرفؔ

ولدیت: محمد بشیر رضا قادری

تاریخ پیدائش: ۹/ اگست ۱۹۸۸ء

مکمل پتہ: بلودا بازار ضلع بلودا بازار چھتیس گڑھ

مادر علمی: ادارۂ شرعیہ دار العلوم انوار مصطفیٰ رائے پور چھتیس گڑھ

تعلیمی لیاقت: فضیلت

مصروفیات: درس وتدریس، تصنیف وتالیف، امامت وخطابت، تبلیغ و اشاعت، شعروشاعری وغیرہم

شرف بیعت: حضور امین شریعت علامہ الشاہ مفتی محمد سبطین رضا خان علیہ الرحمہ

خلافت و اجازت: (۱) حضور امین شریعت علامہ سبطین رضا خان علیہ الرحمہ 13 محرم الحرام 1431ھ مطابق 30 دسمبر 2009ء

(۲) حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری علیہ

الرحمہ

(۳) مجاہد سنیت حضرت علامہ سید محمد حسینی میاں دام ظلہ سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ شمسیہ رائچور شریف کرناٹک

یکم ربیع الاول 1439ھ مطابق 20 نومبر 2017ء

تصنیف وتالیف:

امین شریعت نمبر 704 صفحات ،(بموقع پہلا عرس امین شریعت) تصانیف تاج الشریعہ نمبر 600 صفحات (بموقعہ عرس چہلم حضور تاج الشریعہ)، مقالات امین شریعت 193 صفحات ،منظوم سوانح امین شریعت 112 صفحات ،منظوم سوانح تاج الشریعہ 80 صفحات،اعلی حضرت اعلی حضرت کیوں؟ 73 صفحات،سنی اور وہابی عقیدے کے آئینے میں 32 صفحات۔

زیر ترتیب: استاذ زمن نمبر تقریبا804 صفحات،مقالات حسینی تقریبا700 صفحات، نبوت کے تین امیدوار تقریبا 150 صفحات ،اے عشق ترے صدقے (نعتیہ مجموعہ)تقریبا200 صفحات۔

اعزاز: ''امین شریعت ایوارڈ'' امین شریعت نمبر کے حسن ترتیب پر بدست شہزادۂ امین شریعت حضرت علامہ سلمان میاں صاحب قبلہ (جائے عطا) بلودا بازار چھتیس گڑھ

ادارتی خدمات:

چیف ایڈیٹر سہ ماہی امین شریعت (اردو) بریلی شریف

چیف ایڈیٹر ماہنامہ امین شریعت (ہندی) رائے پور چھتیس گڑھ

اللہ ربُّ محمدٍ صلی علیہ وسلما وعلی ذویہ و آلہ ابدا الدھور وکرّما

سند الاجازة

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم الحمد للہ العلی الاعلی وکفی والصلوٰۃ الازھی والسلام الاسنی الاوفی علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی حبیبہ سیدنا محمد المصطفی نبیہ المجتبی رسولہ المرتضی وعلی آلہ ومحبیہ اولی الصدق والصفا لاسیما الاربعۃ الخلفاء وعلی جمیع التابعین وجمیع ائمۃ الدین والاولیاء العرفاء لاسیما الامام الاعظم والھمام الافخم وابی حنیفۃ کاشف الغمۃ امام ائمۃ الشریعۃ الغراء والغوث الاعظم الغیاث الاکرم سیدنا ابی محمد محی الدین والملۃ البیضاء سیدنا الشیخ عبد القادر الجیلانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ وعلی جمیع الصلحاء اھالی الوفاء ثم علینا الی یوم الجزاء اما بعد! فقد التمس منی عزیزی المولوی محمد اشرف رضا قادری اجازۃ السلسلۃ العلیۃ العالیۃ القادریۃ البرکاتیۃ الرضویۃ المبارکۃ واجازۃ الاوفاق والاعمال والاذکار والاشغال فاجزتہ علی برکۃ اللہ تعالیٰ ذی الجلال ثم علی برکۃ رسولہ الاعلی صاحب الجمال جل جلالہ وعم نوالہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ والثناء کما اجازنی شیخی وسندی وکنزی وذخری لیومی وغدی جدی المفتی الاعظم مولانا مصطفی رضا القادری قدس سرہ واجازہ حضرۃ نور العارفین قدوۃ الواصلین خاتم الکبراء مولانا الشاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب وشیخ الاسلام والمسلمین راس المحققین مجدد الملۃ والدین امام اھل السنۃ قامع الفتنۃ سیدی وسندی الشیخ مولانا الشاہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما وامطر شابیب الرحمۃ والرضوان علیھما واوصیہ بحمایۃ السنن السنیۃ ونکایۃ الفتن الدنیۃ واکتساب الحسنات واجتناب البدعات الغیر المرضیۃ بارک اللہ لنا ولہ وحقق املی وأملہ واصلح لی علمی وعملہ آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین قال بفمہ وامر برقمہ

آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ، سوداگران، بریلی شریف

بسم اللّٰہِ الرحمٰنِ الرَّحِیم

سند إجازة السلسلة العالية القادرية البركاتية النورية المصطفوية

نحمدهٗ ونصلي على رسوله الكريم

الحمد للّٰه وكفى وسلام على عباده الذين اصطفىٰ خصوصاً على حبيبه سيدنا **محمد المصطفىٰ** نبيّه المجتبىٰ رسوله المرتضىٰ وعلى آله وصحبه أولي الصّدق والصّفا لاسيّما الأربعة الخلفا وعلى جميع التابعين وجميع أئمة الدين الحنفاء والأولياء العرفا لاسيما الإمام الأعظم والهمام الأفخم **أبي حنيفة** كاشف الغمّة إمام أئمة الشريعة الغراء والغوث الأعظم الغياث الأكرم سيدنا أبي محمد محي الدين والطريق البيضاء سيّدنا الشيخ **عبد القادر الجيلاني** رضي اللّٰه تعالىٰ عنه وعلى جميع الصلحاء أهالي الوفا ثم علينا إلى يوم الجزاء أما بعد فقد التمس منّي .... اشرف رضا ساكن بلودابازار لإجازة السلسلة العالية القادرية الرضوية النورية المصطفوية فأجزته على بركة الله تعالىٰ ذو الجلال ثم على بركة رسوله الأعلىٰ صاحب الجمال (جل جلالهٗ وعم نوالهٗ) وعليه الصلاة والتحية والثناء كما أجازني شيخي وسندي وكنزي وذخري ليومي وغدي علامة الزمان مولانا الشاه **محمد مصطفىٰ رضا خان** المعروف بمفتيء أعظم الهند عليه الرحمة والرضوان ابن اعلىٰ حضرت مجدد الملة والدين شيخ الإسلام والمسلمين رأس المحققين مولانا الشاه **أحمد رضا خان** البريلوي رضي الله تعالىٰ عنهما بارك الله لنا ولهٗ وأصلح عملي وعمله آمين آمين آمين برحمتك يا أرحم الراحمين

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سند الخلافۃ والاجازۃ

سلسلے کے اتصال اور اعمال کی قبولیت کیلئے ایمان شرط ہے۔ موجودہ دور میں ایمان کی حفاظت مسلک اعلیحضرت میں ہے بحمدہٖ تبارک و تعالیٰ میں نے مولانا محمد اشرف رضا ابن محمد رشید خاں صاحب کو اس درجہ میں پایا کہ انہیں خلافت و اجازت سے سرفراز کروں لہٰذا میں نے مولانا محمد اشرف رضا ابن محمد رشید خاں صاحب کو سلسلۂ اشرفیہ کی خلافت سے سرفراز کیا، خلافت کا مقصد یہی ہے کہ دنیا کیلئے دین فروشی اور مداہنت نہ کرے، اور پیر طریقت کو شریعت کا تابع جانے اسلئے کہ تصوف فقیہ کا محتاج۔ ہم عام اہلسنت کی طریقت اور تصوف یہی ہے کہ ہم ذمائم سے باز آئیں، اس تصوف پر عامل ہونے کیلئے اپنے قلب کو ریا، عجب، حقد و حسد، کینہ، حب جاہ و شہرت و تعظیم اغنیاء و تحقیر مساکین و مداہنت و تملق و تکبر و پندار و عناد و حقد و مکابرہ و مکر و فریب و بہتان و فسق و فجور، غصب، خیانت، حرص و طمع و قطع رحمی، وغیرہ دیگر ذمائم سے پاک ہوکر اسلامی اخلاق حسنہ سے آراستہ رہے۔ اور عقائد اہلسنت پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اور ہر بدعقیدہ و گمراہ و مرتد فرقے سے سخت نفرت کرے اور ان سے خود دور رہے اور اپنے متعلقین و احباب و مریدین کو ان سے دور رکھے خاصکر وہابی، دیوبندی، رافضی، نیچری، چکڑالوی، قادیانی تبلیغی و مودودی وغیرہ گمراہ و مرتد فرقے سے اجتناب کرے، صحیح اسلامی عقائد کی حفاظت کیلئے مسلک اعلیحضرت پر قائم رہے اور اس سلسلہ میں جسکو بھی مرید کرے اسکو اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ کے مسلک پر قائم رہنے کا عہد لیکر سلسلۂ اشرفیہ میں مرید کرے۔ اس کے ساتھ ہر فرض و واجب کی پابندی کے ساتھ ان کے وقتوں پر ادا کرتے رہنے کا عہد لے جس سنی صحیح العقیدہ کو اس لائق سمجھے اس سلسلہ میں مرید کرنے اور خلافت عطا کرنے کی اجازت ہے۔"

فقط دعاگو

سید محمد حسینی اشرفی مصباحی

سجادہ نشین آستانۂ عالیہ اشرفیہ شمسیہ

مورخہ یکم ربیع الاول شریف ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰ نومبر ۲۰۱۷ء

دستخط سید محمد حسینی اشرفی مصباحی

ناگپور